خطباتِ اعلیٰ حضرت

مجدد دین وملت اعلیٰحضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترتیب

مولانا شعیب رضا نعیمی

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

نام کتاب :۔۔۔۔ خطبات اعلیٰ حضرت

نام مصنف :۔۔۔۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری ازہری بریلوی قدس سرہ

نام مرتب :۔۔۔۔ مولانا مفتی محمد شعیب رضا نعیمی اسلامی مرکز شبھاس وہار دہلی

باہتمام :۔۔۔۔ مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی مدظلہ العالی

ضخامت :۔۔۔۔ ۵۶ر صفحات

سنہ اشاعت :۔۔۔۔ صفر المظفر ۱۴۲۵ھ / اپریل ۲۰۰۴ء

تعداد :۔۔۔۔ گیارہ سو کاپیاں

قیمت :۔۔۔۔ ۱۸ر روپئے Rs.18

ناشر :۔۔۔۔ المجمع الرضوی ۸۲ر سوداگران رضا نگر، بریلی شریف

سول ایجنٹ :۔۔۔۔ مکتبہ نعیمیہ ۴۲۳ر مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی ۶

کتاب ملنے کے پتے

- ☆ کتب خانہ امجدیہ — مٹیا محل، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی
- ☆ فاروقیہ بک ڈپو — مٹیا محل، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی
- ☆ رضوی کتاب گھر — مٹیا محل، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی
- ☆ مکتبہ رحمانیہ رضویہ — سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف
- ☆ قادری بک ڈپو — اسلامیہ مارکیٹ، نومحلہ، بریلی شریف
- ☆ مکتبہ اویسیہ رضویہ — جمواں، ریوڈیہہ، گریڈیہہ، جھارکھنڈ
- ☆ اولیاء پریس — گڑھی تیر، بھگوان بازار، چھپرہ، بہار

چند الفاظ

از: علامہ ساحل شہسرامی (علیگ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ (۱۲۷۲ھ ــــــ ۱۳۴۰ھ) اہل سنت کے عبقری فقیہ اور بے مثل پیشوائے طریقت تھے۔ پوری زندگی شریعت مصطفوی کی اتباع اور تحفظ میں گذار دی۔ عشق رسول آپ کی زندگی کا سب سے روشن پہلو ہے جس کی دلکش ضیاؤں میں آپ کا پورا وجود ڈوبا ہوا تھا۔ ہر بن و مو سے جذبِ عشق کی تراوش اور ہر لمحہ ذکر حبیب کا والہانہ پن آپ کی ذاتی شناخت تھا۔ اسی عاشق رسول کے مبارک کلمات کے مطالعہ سے ہم اور آپ اپنی نگاہوں کو شرف یاب کر رہے ہیں۔

خطابت، لسانی بلاغت، ذہنی رشاقت، جذب دل اور جوشِ بیان کا آئینہ ہوتی ہے۔ لفظوں کی روانی اور فکروں کا تلاطم سامعین کے اوپر سحر طاری کر دیتا ہے۔ عوام و خواص کی راہنمائی، ذہن سازی اور تلقین پیغامات کے لئے یہ ایک نہایت مفید ذریعہ ہے جو ابتدائے خلقت سے انسانوں کے بیچ رائج اور مقبول رہا۔ حضرت رسالت مآب، حضرات خلفائے راشدین اور مختلف دور میں تشریف لانے والے مصلحان امت نے زبان کے اس پیرائے سے دلوں کی دنیا بدلنے اور قوم کو صحیح رخ پر ڈالنے کا کام خوب لیا اور اس راہ میں کتاب وسنت کے معجز بیاں اسلوب نے خاصا اثر ڈالا۔ خطبات رضا بھی مشائخ اسلام کے طرز بیان سے خاص طور پر مستفید ہیں اور انہیں کے دلکش اسلوب میں ڈھلے ہوئے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہٗ نے تصنیف اور افتا کے میدان کو خاص طور پر منتخب فرمایا تھا۔ اس لئے وعظ و خطابت سے اپنی مصروفیت اور تواضع کی بنا پر حد درجہ احتیاط فرماتے لیکن سال میں تین مرتبہ (۱) منظر اسلام کے سالانہ جلسہٗ دستار بندی (۲) عید میلاد النبی (۳) اور عرس حضور خاتم الاکابر قدس سرہٗ میں بصد اہتمام جلوہ افروز ہوتے۔

ان مواعظ حسنہ میں سے صرف دو تقریر ملک العلماء علامہ محمد ظفر الدین قادری رضوی علیہ الرحمہ نے حیات اعلیٰ حضرت جلد اوّل (جدید) میں نقل فرمائی ہے۔ ان گرامی بیانات کو ملاحظہ کرنے کے بعد ہر کوئی اعلیٰ حضرت کی طبعی جولانی اور بیان کی روانی کا بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے۔ بیان کی روانی اور مضامین کی فراوانی کا تو یہ عالم تھا کہ کسی بھی موضوع پر دو تین گھنٹہ تسلسل کے ساتھ بھرپور مدلل گفتگو تو عام سی بات تھی، چھ چھ گھنٹے بیان کی روایات ملتی ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ کے ان خطبات میں درج ذیل نکات کو آسانی کے ساتھ محسوس کیا جا سکتا ہے۔

☆ علمی استحضار اور معلوماتی وسعت کے باوجود گفتگو کا انداز سہل اور مخاطب کے معیار کے مطابق ہے۔

☆ علمی نکات میں تمثیل کے سہارے گفتگو کو ثقالت کے دائرے سے نکالنے کی کامیاب کوشش ملتی ہے۔

☆ پوری گفتگو کتاب وسنت کے ارشادات سے لبریز اور سنیت کی تائید سے مزین ہے۔

☆ سرور کائنات، فخرِ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے جاں نثاروں کا تذکرہ بہت مودب والہانہ پن کے ساتھ ملتا ہے۔

☆ دوران گفتگو درود شریف کا ورد کثرت سے ملتا ہے۔

☆ جگہ جگہ عربی، فارسی اور اردو اشعار کا برجستہ استعمال کیا گیا ہے، جس سے دلچسپی برقرار رہتی ہے۔

☆ خطبۂ اولیٰ میں حضور کی عظمت اور خطبۂ ثانیہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت کو تمثیلات اور علمی نکات کی روشنی میں جس وضاحت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، وہ بے حد وجد آفریں ہے۔ یہ انداز حضرات صوفیہ کے طرز بیان کا آئینہ دار ہے۔ سیدنا میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہٗ نے مشہور نحوی کتاب کافیہ کی تشریح کچھ اسی انداز سے فرمائی ہے۔

☆ ذکر الٰہی اور ذکر رسالت پناہی کے لئے سامعین سے کہیں درخواست نہیں کی گئی بلکہ خود خطیب کا طرز بیان ہی سامعین کو دعوت شوق دیتا نظر آتا ہے۔

☆ کہیں تعلّی یا غیر سنجیدہ انداز بھی نہیں ملتا۔ البتہ رد بد مذہباں کے دوران سنت صدیقی اور اسوۂ فاروقی کی کاٹ دار جھلک ضرور ملتی ہے لیکن وہاں بھی سوقیانہ انداز سے احتراز ملحوظ ہے۔

☆ پوری گفتگو موضوع کے گرد گھومتی نظر آتی ہے اور موضوع کو روشن کرنے کے لئے معقول توجیہات، دلکش تشبیہات اور وجد آفریں تمثیلات کا سہارا لیا جاتا ہے۔ اس طرز بیان کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ سامعین پر اکتاہٹ نہیں طاری ہوتی اور وہ پوری دلچسپی کے ساتھ طہارت باطن کا تصور کئے ہوئے ہمہ تن گوش رہتے ہیں۔

☆ عوام کے ساتھ بھی طرز تخاطب محترم ہے۔ ''سن لو، دیکھو، چلو'' جیسے بے زار کن اور کہترانہ طرز تخاطب کا دور دور تک پتہ نہیں چلتا جس کی وجہ سے سامعین اپنے دلوں میں احترام کے ساتھ عقیدت کی لہریں بھی اٹھتی ہوئی محسوس کرتے ہیں۔

☆ لطیفہ بازی، یاوہ گوئی اور بے وقار بذلہ سنجی بھی نظر نہیں آتی جو خوف خدا اور عشق رسول کی مقدس محفل کو قہقہوں کا بازار بنا دے بلکہ یہاں کا انداز بیان دلوں میں خدا کا خوف اور عشق رسول کی تقدس مآب کیفیت میں مزید اضافہ کرتا ہے۔

غرض کہ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے یہ دونوں خطبات علم وفن کا بے بہا سرمایہ اور ہدایت وارشاد کے روشن مینار ہیں۔ امت مسلمہ ان سے بہت سارے فوائد حاصل کرے گی۔ المجمع الرضوی اس کی ممتاز پیش کش کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اس سلسلے میں اس کے جملہ اراکین مبارک باد کے مستحق ہیں۔ برادرم مولانا شعیب رضا نعیمی کی فرمائش پر یہ چند سطریں حاضر ہیں، مولیٰ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین!

دعا جو

ساحل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

الحمد للّٰہ الذی فضل سیدنا و مولانا محمدا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم علی العٰلمین جمیعا ٭ و اقامہ یوم القیمۃ للمذنبین المتلوثین الخطائین الھالکین شفیعا ٭ و صلی اللہ تعالیٰ وسلم وبارک علیہ ٭ وعلی کل من ھو محبوب و مرضی لدیہ ٭ صلاۃ تبقی وتدوم بدوام الملک الحی القیوم ٭ و اشھد ان لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ ٭ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ ٭ بالھدی و دین الحق ارسلہ ٭ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی الہ و صحبہ اجمعین و بارک وسلم ٭ قال اللہ تعالیٰ فی القرآن الحکیم ٭ بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العٰلمین ۔الرحمٰن الرحیم۔مٰلک یوم الدین ۔ایاک نعبد و ایاک نستعین ۔ اھدنا الصراط المستقیم ۔ صراط الذین انعمت علیھم ۔غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ۔آمین

حضرت عزت جل جلالہ اپنی کتاب کریم و ذکر حکیم میں اپنے بندوں پر اپنی رحمت تامہ گستردہ فرماتا، اور ان کو اپنے دربار تک وصول کا طریقہ بتاتا ہے۔یہ سورۂ مبارکہ رب العزت تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں بندوں کو تعلیم فرمائی، اورخودان کی طرف سے ارشاد ہوئی۔ابتدااس کی اور تمام سورقرآن عظیم کی بسم اللہ الرحمن الرحیم سے فرمائی گئی۔

اولِ حقیقی اللہ عز و جل ہے: هُوَ الْأَوَّلُ وَالآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْئٍ عَلِيْمٌ ٥

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا اسم جلالت اللہ سے ہونی چاہئے تھی کہ اللہ الرحمن الرحیم ـــــ مگر ابتدا یوں فرمائی گئی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم..

وہ، جو اول حقیقی اللہ کا علم ذات ہے، کہ ذات واجب الوجود مستجمع جمیع صفات کمالیہ پر دال ہے، اس سے پہلے لفظ اسم کا لائے؛ اور اس پر 'ب' کا حرف داخل فرمایا ـــــ گویا اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ اپنی الوہیت، وحدانیت، وہویت میں بے غایت ظہور سے بے غایت بطون میں ہے۔ بندوں کو اس تک وصول محال۔ کسی کی عقل، کسی کا وہم، کسی کا خیال، اس تک نہیں پہنچتا، جس کا نام اللہ ہے۔ وہ پاک ومنزہ ہے اس سے کہ اس تک فکر و وہم کا وصول ہو سکے۔ ایسی مخفی و باطن شئے تک وصول کے لیے علامت درکار ہے۔

اور اسم کہتے ہیں، علامت کو، جو دلالت کرے ذات پر۔ تو اسم اللہ ذریعہ ہوا اس کا۔

اور اسم جبکہ نام ٹھہرا اس شئی کا جو دلالت کرنے والی ہے ذات پر، ذات پاک ہے اس سے کہ اسے کسی چیز کی حاجت ہو، ضرور ہے کہ ذات پر دلالت کرنے کے لیے تین چیزیں ہونی چاہئیں۔ ایک ذات ہو، دوسرا اس کا غیر ہو، تیسرا بیچ میں کوئی واسطہ ہو، جو دلالت کرے اس غیر کی اس ذات کی طرف۔ وہ ذات، ذات الٰہی ہے۔ وہ غیر، یہ تمام عالم مخلوقات۔ اور اسم اللہ کہ اللہ پر دلالت کرنے والا ہے، وہ محمد ﷺ ہیں۔

تو گویا ابتدا ہی نام پاک سے کی گئی۔

اپنے نام پاک سے پہلے نام حضور اقدس ﷺ کا لایا جاتا ہے کہ ذریعہ وصول ہوئے، اسم اللہ تمام مخلوقات کے لیے۔

تو ازل سے ابد تک (جوشی بھی) وجود میں لائی گئی، ذات اقدس کی طرف دال ہے، اس واسطے کہ تمام جہاں کو اللہ کی طرف حضور ہی نے ہدایت فرمائی، حضور ہی ہادی ہیں مخلوق الٰہی کے۔ یہاں تک کہ انبیاء کرام و مرسلین عظام کے بھی ہادی ہیں۔ تو حضور کے سوا جتنے ہادی (ہیں، وہ) دلالت مطلقہ سے موصوف نہیں ہو سکتے، کہ انھوں نے تمام مخلوق کو دلالت کی، ان کو کسی نے دلالت نہ کی ہو، ایسا نہیں۔ وہ اگر امتوں کے دال ہیں، تو حضور کے مدلول ہیں۔ دلالت مطلقہ خاص حضور اقدس ﷺ ہی کے لیے ہے۔ تمام غیر کو اللہ کی طرف جس نے دلالت کی وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

تمام مخلوقات الٰہی میں کچھ تو وہ ہیں، جو اللہ سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے۔ کچھ وہ ہیں جو علاقہ رکھتے ہیں وسائط کے ساتھ، مگر دوسرا ان سے علاقہ نہیں رکھتا، (وہ) مہدی ہیں، ہادی نہیں۔ یعنی ہادی بالذات نہیں، اگرچہ بالواسطہ ہادی ہوں؛ اور حضور اقدس ﷺ علی الاطلاق ہادی و مہدی ہیں۔

کلمہ کی تین قسمیں ہیں۔ اسم، فعل، حرف۔ حرف تو مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ۔ فعل مسند ہوتا ہے، مگر مسند الیہ نہیں ہوتا۔ اسم مسند بھی ہوتا ہے مسند الیہ بھی ہوتا ہے۔

تو جو ذات الٰہی سے بے علاقہ ہیں، وہ حرف (ہیں) کہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ

فِتْنَةُ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝ کچھ لوگ وہ ہیں، جو اللہ کو پوجتے ہیں کنارے پر تو اگر بھلائی پہنچ گئی تو مطمئن رہے اور اگر کوئی آزمائش ہوئی تو کنارہ پر کھڑے ہی ہیں، فوراً ایک قدم میں بدل گئے، پلٹ گئے۔ ان کو دنیا و آخرت دونوں میں خسارہ ہوا، اور یہی کھلا خسارہ ہے۔ تو یہ نہ مسند ہے، نہ مسند الیہ کہ حرف ہیں ـــــ اور وہ جو خود ذات الٰہی سے علاقہ رکھتے ہیں، مگر بالذات ان سے دوسرا علاقہ نہیں رکھتا، وہ تمام مومنین و ہادین ہیں، کہ مسند ہیں، مگر بالذات مسند الیہ نہیں، وہ فعل ہیں ـــــ حضور اقدس ﷺ کی ذات کریم بیشک مسند و مسند الیہ بالذات و بے وساطت ہے۔ تو حضور اقدس ﷺ اسم ہیں، کہ ان کو اپنے رب سے نسبت ہے، اور سب کو ان سے نسبت ہے، اور یہی شان ہے اسم کی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی الہ وصحبہ و بارک وسلم

اسم کے خواص میں سے یہ بھی ہے کہ اس پر حرف تعریف داخل ہو اور تعریف کی حد ہے حمد۔ اور حمد کی تکثیر ہے تحمید۔ اور اسی سے مشتق ہے محمد ﷺ یعنی بار بار اور بکثرت تعریف کیے گئے، حمد کیے گئے۔ تو مخلوقات میں تعریف کے اصل مستحق نہیں، مگر حضور اقدس ﷺ کہ وہی اصل جملہ کمالات ہیں، جس کو جو کمال ملا ہے، وہ حضور ہی کے کمال کا صدقہ اور ظل اور پرتو ہے۔ امام سیدی محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ ہمزیہ میں عرض کرتے ہیں: ؎

کیف ترقی رقیك الانبیاء ❖ یاسماء ماطاولتها سماء

لم یدانوك فی علاك قدحا ❖ لسنامنك دونهم و سناء

انما مثلوا صفاتك للنا ❖ س کمامثل النجوم الماء

جس سے کوئی آسمان بلندی میں
انبیا حضور اقدس ﷺ کی ترقی کیسے پاسکیں۔اے وہ آسمان
حضور کی رفعت وروشنی حضور تک پہنچنے سے
مقابلہ نہیں کرسکتا۔وہ حضور کے مراتب بلند کے قریب نہ پہنچے،
جیسے ستاروں کی شبیہ پانی
انھیں حائل ہوگئی۔وہ تو حضور کے صفات کریمہ کا پرتو لوگوں کو دکھارہے ہیں۔

دکھاتا ہے۔

حضور کی صفات کو نجوم سے تشبیہ دی کہ وہ تو لا تعدو لا تحصی ہیں۔
انبیائے کرام غایت الجلا ہیں، مثل پانی کے ہیں، اپنی صفا کے سبب ان نجوم کا عکس
لے کر ظاہر کرتے ہیں۔صلی اللّٰہ علیہ وسلم والہ وصحبہ و بارك و کرم۔
حمد ہوا کرتی ہے، مقابل کسی صفت کمال کے، اور تمام صفت مخلوقات
میں خاص ہیں حضور کے لیے، باقی کو جو ملا ہے حضور کا عطیہ وصدقہ ہے۔
حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں۔ انما انا قاسم واللّٰہ المعطی عطا فرمانے والا اللہ
ہے اور تقسیم کرنے والا میں۔کوئی تخصیص نہیں فرمائی کہ کس چیز کا عطا فرمانے والا اللہ
ہے اور کس چیز کے حضور قاسم ہیں۔ایسی جگہ اطلاق دلیل تعمیم ہوتی ہے۔کون سی
چیز ہے، جس کا دینے والا اللہ نہیں؟ تو جو چیز جس کو اللہ نے دی، تقسیم فرمانے
والے اس کے حضور ہی ہیں۔جو اطلاق و تعمیم وہاں ہے، یہاں بھی ہے۔جو جس کو
ملا اور جو کچھ بٹا اور بٹے گا، ابتدائے خلق سے ابد الآباد تک ظاہر و باطن میں، روح
و جسم میں، ارض و سما میں، عرش و فرش میں، دنیا و آخرت میں جو کچھ ہے، اس سب
کے بانٹنے والے حضور ہی ہیں۔ اللہ عطا فرماتا ہے اور ان کے ہاتھ سے ملتا ہے
اور ملے گا الی ابد الاباد۔ لہٰذا مخلوقات میں تعریف کے اصل مستحق یہ ہی ہیں۔

صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ و بارك وسلم۔

اسم کا خاصہ ہے جر۔ اور جر کے معنی کشش یعنی جذب فرمانا۔ یہ خاصہ ہے حضور اقدس ﷺ کا ــــــ کھینچنا دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک بلا مزاحمت کہ جس کو کھینچا جائے، وہ کھینچ آئے ــــــ دوسرا مزاحمت کے ساتھ کہ کھینچنے والا تو کھینچ رہا ہے، اور یہ کھینچنا نہیں چاہتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: **انتم تتقحمون فی النار کالفراش و انا اخذ بحجز کم ھلم الیّ** تم پروانوں کی مانند آگ پر گرے پڑتے ہو اور میں تمہارا کمر بند پکڑے کھینچ رہا ہوں کہ میری طرف آؤ ــــــ یہ شان ہے جر کی یعنی کشش کی۔

اسم نحوی کا خاصہ جر من حیث الوقوع ہے، اور اسم اللہ کا من حیث الصدور۔ ہاں! جر ان افعال و کیفیات سے ناشی ہوتا ہے، جن پر حروف جارہ دلالت کرتے ہیں، وہ یہاں بروجہ اتم ہیں۔ مثلاً

'ب' کے معنی ہیں الصاق، یعنی ملانا۔ یہ خاص کام ہے حضور اقدس ﷺ کا کہ خلق کو خالق سے ملاتے ہیں۔

یا 'من' کہ ابتدائے غایت کے لیے ہے، یہ بھی خاص ہے حضور ہی کے لیے۔ **یاجابر ان اللہ خلق قبل کل الاشیاء نور نبیک من نورہ**۔ اے جابر! تمام جہاں سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والہ وصحبہ وبارک وکرم ــ ہر فضل، ہر کمال حتیٰ کہ وجود میں بھی ابتدا انھیں سے ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

'الیٰ' آتا ہے انتہائے غایت کے لیے۔ انتہائے کمال انہیں پر بلکہ ہر فرد کمال انہیں پر منتہی ہوتا ہے۔ اول الانبیا بھی وہی ہیں،

اور خاتم النبیین بھی وہی۔ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم۔

تلمسانی عبداللہ بن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ ایک بار جبرئیل امین حاضر بارگاہ اقدس ہوئے اور عرض کی: السلام علیک یا اوّل ، السلام علیک یا آخر ، السلام علیک یا ظاھر، السلام علیک یا باطن

رب العزت نے قرآن عظیم میں اپنی صفت فرمائی: ھُوَالأَوَّلُ وَالآخَرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْئٍ عَلِیْمٌ ٥ ط اس آیت کے لحاظ سے حضور اقدس ﷺ نے جبرئیل امین سے فرمایا کہ یہ صفات میرے رب عزوجل کی ہیں۔ (جبریل امین نے) عرض کی یہ صفات اللہ عزوجل کی ہیں، اس نے حضور کو بھی ان سے متصف فرمایا۔ اللہ نے حضور کو اوّل کیا، تمام مخلوق سے پہلے حضور کے نور کو پیدا کیا ــــــ اور اللہ نے حضور کو آخر کیا کہ تمام انبیاء کے بعد مبعوث فرمایا ــــــ اور حضور کو ظاہر کیا اپنے معجزات بینہ سے کہ عالم میں کسی کو شک وشبہ کی مجال نہیں ــــــ اور حضور کو باطن کیا ایسے غایت ظہور سے کہ آفتاب اس کے کروروں حصہ کو نہیں پہنچتا۔ آفتاب اور جملہ انوار انھیں کے پرتو ہیں۔ آفتاب میں شک ہوسکتا ہے اور ان میں شک ممکن نہیں۔ فرض کیجیے کہ ہم نصف النہار پر ایک روشن شرارہ آفتاب کے برابر دیکھیں، جسے اپنے گمان سے یقیناً آفتاب سمجھیں اور اس کی دھوپ بھی دوپہر ہی کی طرح پھیلی ہو؛ اور حضور فرمائیں کہ یہ آفتاب نہیں ،کوئی کرۂ نار کا شرارہ ہے۔ یقیناً ہر مسلمان صدق دل سے فوراً ایمان لائے گا کہ حضور کا ارشاد قطعاً حق وصحیح ہے، اور آفتاب سمجھنا میرے نگاہ وگمان کی غلطی صریح ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے کہ آفتاب ہنوز معرض خفا میں ہے اور حضور پر اصلاً خفا نہیں؟

آفتاب سے کروڑوں درجہ زیادہ روشن ہیں۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وبارک وسلم۔

اور ان کا یہ غایت ظہور ہی غایت بطون کا سبب ہے ـــــــ اور حضور کے بطون کی یہ شان ہے کہ خدا کے سوا حضور کی حقیقت سے کوئی واقف نہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو اعرف الناس یعنی سب سے زیادہ حضور کے پہچاننے والے اس امت مرحومہ میں ہیں۔ اسی واسطے ان کا مرتبہ افضل واعلیٰ ہے۔ معرفت الٰہی وہ معرفت محمد ہے۔ ﷺ جس کو ان کی معرفت زائد ہے، اس کو معرفت الٰہی بھی زائد ہے۔صدیق اکبر جیسے اعرف الناس کہ تمام جہاں سے زیادہ حضور کی معرفت رکھتے ہیں، ان سے ارشاد فرمایا: یاابابکرلم یعرفنی حقیقة غیر ربی اے ابوبکر! جیسا میں ہوں، سوائے میرے رب کے کسی اور نے نہیں پہچانا۔ باطن ایسے کہ سوائے خدا کے کسی نے ان کو پہچانا ہی نہیں؛ اور ظاہر بھی ایسے کہ ہر پتہ، ہر ذرہ، شجر، حجر، وحوش وطیور حضور کو جانتے ہیں، یہ کمال ظہور ہے۔صدیق اپنے مرتبہ کے لائق حضور کو جانتے ہیں۔ جبرئیل امین اپنے مرتبہ کے لائق پہچانتے ہیں۔انبیا ومرسلین اپنے اپنے مراتب کے لائق۔باقی رہا، حقیقتاً ان کو پہچاننا، تو ان کا جاننے والا ان کا رب ہے۔تبارک وتعالیٰ ان کا بنانے والا، ان کا نوازنے والا، ان کی حقیقت کے پہچاننے میں دوسرے کے واسطے حصہ ہی نہیں رکھا۔

بلاتشبیہ محب نہیں چاہتا کہ جو ادا محبوب کی اس کے ساتھ ہے، وہ دوسرے کے ساتھ ہو۔اللہ تعالیٰ تمام جہان سے زیادہ غیرت رکھنے والا ہے۔

حضور اقدس ﷺ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی نسبت فرماتے ہیں: **ان سعدا لغيور وانااغيرمنه والله اغير منی** سعد غیرت والا ہے، اور میں اس سے زیادہ غیرت والا ہوں، اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے۔ وہ کیونکر روا رکھے گا کہ دوسرا میرے حبیب کی اس خاص ادا پر مطلع ہو، جو میرے ساتھ ہے۔ اسی واسطے فرمایا جاتا ہے۔ جیسا میں ہوں، میرے رب کے سوا کسی نے نہ پہچانا۔ ہم تو

ع **قوم ينام تسلوا عنه بالحلم**

ہم تو سوتے ہیں، خواب ہی میں زیارت پر راضی ہیں۔

انصاف یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی حقیقت اقدس کے لحاظ سے اسی کے مصداق ہیں۔

دنیا خواب ہے اور اس کی بیداری نیند۔ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہه الکریم فرماتے: **الناس نيام فاذاماتوا انتبهوا** لوگ سوتے ہیں، (جب) مریں گے، جاگیں گے۔ خواب اور دنیا کی بیداری میں اتنا فرق ہے کہ خواب کے بعد آنکھ کھلی، اور کچھ نہ تھا، اور یہاں آنکھ بند ہوئی اور کچھ نہ تھا۔ نتیجہ دونوں جگہ ایک ہے: **وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّامَتَاعُ الْغُرُوْرِ ○** ؂ خواب میں جمال اقدس کی زیارت ضرور حق ہوتی ہے۔ خود فرماتے ہیں ﷺ: **من رانی فقد را الحق فان الشيطان لايتمثل بی** جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا کہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا۔ پھر لوگ مختلف احوال واشکال میں دیکھتے ہیں۔ وہ اختلاف ان کے اپنے ایمان واحوال ہی کا ہے۔ ہر ایک اپنے ایمان کے لائق ان کو دیکھتا ہے۔ یونہی بیداری (میں) جتنے دیکھنے والے تھے، سب اس آئینہ حق نما میں

اپنے ایمان کی صورت دیکھتے تھے۔ ورنہ ان کی صورت حقیقیہ پر غیرت الٰہیہ کے ستر ہزار پردے ڈالے گئے ہیں کہ ان میں سے اگر ایک پردہ اٹھا دیا جائے آفتاب جل کر خاک ہو جائے۔ جیسے آفتاب کے آگے ستارے غائب ہو جاتے ہیں، اور جو ستارہ اس سے قران میں ہو، احتراق میں کہلاتا ہے ——— تو صحابہ کرام نے بھی خواب ہی میں زیارت کی، نہ رب العزت کو کوئی بیداری میں دنیا میں دیکھ سکتا ہے، نہ جمال انور حضور اقدس کو جل و علا و صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ——— حضور انور ﷺ نے شب معراج میں کہ رب العزت جل جلالہ کو بیداری میں دیکھا، وہ دیکھنا دنیا سے ورا تھا، کہ دنیا ساتویں زمین سے ساتویں آسمان تک ہے۔ اور یہ رویت لامکاں میں ہوئی تھی۔

بالجملہ اس وقت بھی ہر شخص نے اپنے ایمان ہی کی صورت دیکھی کہ حضور اقدس ﷺ آئینہ خدا ساز ہیں۔

ابو جہل حاضر ہو کر عرض کرتا ہے۔ ع: زشت نقشے کز بنی آدم شگفت

حضور فرماتے ہیں: **صدقت** تو سچ کہتا ہے۔

ابو بکر صدیق آ کر عرض کرتے ہیں: حضور سے زیادہ خوبصورت کوئی پیدا نہ ہوا، حضور بے مثل ہیں، حضور آفتاب ہیں، نہ شرقی و غربی۔

ارشاد فرمایا: **صدقت** تم سچ کہتے ہو۔

صحابہ نے عرض کی: حضور نے دو متضاد قولوں کی تصدیق فرمائی۔

ارشاد فرمایا: ؎

گفت من آئینہ ام مصقول دوست

ترک و ہندو در من آں بیند کہ اوست

میں اپنے چاہنے والے دوست رب تبارک وتعالیٰ کا اُجالا ہوا آئینہ ہوں۔ ابو جہل کہ ظلمت کفر میں آلودہ ہے، اس کو اپنے کفر کی تاریکی نظر آئی۔ اور ابو بکر سب سے بہتر ہیں، انہوں نے اپنا نور ایمان دیکھا۔ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلی الہٖ وصحبہ و بارک وسلم ـــــ لہٰذا ذات کریم جامع کمال ظہور و کمال بطورن ہے۔

ظہور کسی شئی کا جب ایک ترقی محدود تک ہوتا ہے، وہ شے نظر آتی ہے، اور جب حد سے زیادہ ہو جاتا ہے، تو وہ نظر نہیں آتی۔ آفتاب جب اُفق سے نکلتا ہے، سرخی مائل کچھ بخارات وغبارات میں ہوتا ہے، ہر شخص کی نگاہ اس پر جمتی ہے۔ جب ٹھیک نصف النہار پر پہنچتا ہے، غایت ظہور سے باطن ہو جاتا ہے، اب نگاہیں اس پر نہیں ٹھہر سکتیں، خیرہ ہو کر واپس آجاتی ہیں۔ غایت ظہور پر پہنچا، جس کی وجہ سے غایت بطون میں ہو گیا۔ آفتاب کہ نام ہے ان کی گلی کے ایک ذرہ کا۔ وہ آفتاب حقیقت کہ رب العزت نے اپنی ذات کے لیے اس کو آئینہ کاملہ بنایا ہے، اور اس میں مع ذات وصفات کے تجلی فرمائی ہے، حقیقت اس ذات کی کون پہچان سکتا ہے۔ وہ غایت ظہور سے غایت بطون میں ہے۔ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ و صحبہ و بارک وسلم

اس سبب سے نام اقدس ﷺ میں دونوں رعایتیں رکھی ہیں۔ محمد ﷺ بکثرت اور بار بار غیر متناہی تعریف کیے گئے ـــــ اطلاق نے تمام تعریفوں کو جمع فرمالیا۔ یہ تو شان ہے غایت ظہور کی۔

اور نام اقدس پر الف لام تعریف کا داخل نہیں ہوتا، یعنی ایسے ظاہر ہیں

کہ مستغنی من التعریف ہیں، تعریف کی ضرورت نہیں۔ یا ایسے بطون میں ہیں کہ تعریف ہو نہیں سکتی ـــــ تعریف عہد یا استغراق یا جنس کے لیے ہے، وہ اپنے رب کی وحدت حقیقیہ کے مظہر کامل، اپنے جملہ فضائل و کمالات میں شریک سے منزہ ہیں۔ امام شرف الدین بوصیری بردہ شریف میں فرماتے ہیں ؎

منزہ عن شریك فی محاسنه   فجوهر الحسن فیه غیر منقسم

اپنی خوبیوں میں شریک سے پاک ہیں۔ ان کے حسن کا جوہر فرد قابل انقسام نہیں کہ یہاں جنسیت و استغراق نا متصور۔ اور عہد فرع معرفت ہے، اور ان کو ذاتاً و حقیقتاً کوئی پہچان ہی نہیں سکتا، تو نام اقدس پر کہ علم ذات ہے، لام تعریف کیونکر داخل ہو۔

جس طرح 'للی' جر کرتے ہیں۔ 'کاف تشبیه' بھی جر کے لیے آتا ہے۔

ذات الٰہی کمال تنزیہہ کے مرتبہ میں ہے؛ اور متشابہات میں تشبیہات بھی وارد۔ صحیح مذہب محققین کا یہ ہے کہ تنزیہہ ہے اس کی ذات و صفات کے لیے؛ اور تشبیہہ ہے تجلیات کے لیے۔ دونوں کو اس آیت کریمہ میں جمع فرما دیا۔ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ ○ ط کوئی شی اس کے مثل نہیں۔ یہ تنزیہ ہے۔ اور وهو السمیع البصیر وہی ہے سننے والا دیکھنے والا۔ یہ تشبیہہ ـــــ جب تک اللہ تعالیٰ نے عالم نہ بنایا تھا، تشبیہہ نہ تھی۔ جب عالم بنایا، تو نہ عالم خیال میں نہ عالم مثال میں، بلکہ عالم تمثیل میں۔ تجلی تدلی کے لیے ایک تشبیہہ پیدا ہوئی، جو عبارت ہے، ذات اقدس سے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیه وعلی آله وصحبه و بارك وسلم اور اللہ تعالیٰ متعالی ہے تشبیہہ سے۔ ہاں! پہلی تجلی جو فرمائی ہے، اسی کا نام ہے محمد ﷺ۔ اور اس تجلی کی

اور تجلیات کی گئی ہیں ان کا نام ہے انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلاۃ والسلام۔ جس طرح امام محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے اوپر بیان ہوا۔

آگے فرمایا جاتا ہے: الرحمن الرحیم۔۔

مدح کا قاعدہ ہے کہ اختصاص پر دلالت کرتی ہے۔

الرحمن ـــــ الرحیم سے پہلے لایا گیا الرحمن کہ رحمت کاملہ بالغہ رب تبارک و تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے ـــــ پھر فرمایا گیا: الرحیم یعنی مطلق رحمت ہی اس کے ساتھ خاص ہے۔

رب العزۃ کی بے انتہا صفات ہیں۔ یہ آئینہ ہے جس سے تمام صفات الٰہیہ کو رحمت کے پردہ میں دکھایا۔ (اس لیے) القہار المنتقم نہیں فرمایا جاتا: الرحمن الرحیم خاص رحمت دکھائی جاتی ہے۔

یہ وہی آئینہ ذات الٰہی ہے، جس میں صفات قہریہ بھی آ کر خالص رحمت سے متلبس ہو جاتی ہیں۔ وَمَا أَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ و بارک وسلم۔ اولین کے لیے رحمت، آخرین کے لیے رحمت، ملائکہ کے لیے رحمت، تمام مومنین کے لیے رحمت، یہاں تک کہ دنیا میں وہ کافرین، مشرکین، منافقین، مرتدین کے لیے بھی رحمت ہیں۔ یہ لوگ بھی آج ان کی رحمت سے دنیا میں عذاب سے محفوظ ہیں۔ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيْهِمْ ۝ اللہ اس لیے نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک کی رحمت عالم تم ان میں ہو۔ اسی لیے ادریس علیہ الصلاۃ والسلام کی طرح وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝ اختیار نہ فرمایا۔ حالانکہ ان کے غلام و اہل محبت کی نعش تک

آسمان پر اُٹھالی گئی ہے۔ سیدی عمر بن فارض رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگل میں ایک جنازہ دیکھا۔ اکابر اولیا جمع ہیں، مگر نماز نہیں ہوتی۔ انہوں نے تاخیر کا سبب پوچھا؟ کہا امام کا انتظار ہے۔ ایک صاحب نہایت جلدی کرتے ہوئے پہاڑ سے اترتے دیکھا، جب قریب آئے معلوم ہوا کہ یہ وہ صاحب ہیں، جن سے شہر میں لڑکے ہنستے اور چپتیں لگاتے ہیں، وہ امام ہوئے۔ سب نے ان کی اقتدا کی۔ نماز ہی میں بکثرت سبز پرندوں کا نعش کے گرد مجمع ہو گیا۔ جب نماز ختم ہوئی، نعش کو اپنی منقاروں میں لے کر آسمان پر اوڑ ے چلے گئے۔ انہوں نے پوچھا یہ اہل محبت ہیں۔ ان کی میت بھی زمین پر نہیں رہنے پاتی ــــــ مگر حضور اقدس ﷺ نے یہیں پر تشریف رکھنا پسند فرمایا کہ خلق کے لیے عذاب عام سے امان ہو۔

جنت تو حضور کی رحمت کا پرتو ہی ہے، دوزخ بھی حضور کی رحمت سے بنی ہے کہ یہاں صفات قہریہ بھی رحمت ہی کی تجلی میں ہیں ــــــ جنت کا رحمت ہونا ظاہر کہ حضور کے نام لیواؤں کی جاگیر ہے ــــــ دوزخ کا بنانا بھی رحمت ہے دو وجہ سے۔

دنیا میں بادشاہ کی اطاعت تین ذرائع سے ہوتی ہے۔

اول: بادشاہ کی اطاعت خاص اس لیے کہ وہ بادشاہ ہے۔

دوسرے: کچھ انعام کا لالچ دیا جاتا ہے کہ ہمارے احکام مانو گے تو یہ یہ انعام ملیں گے، یہ رحمت ہے۔

تیسرے: فاسق سرکش جو انعام کی پرواہ نہیں کرتے، اطاعت نہیں کرتے، ان کو سزائیں سنا کر ڈرایا جاتا ہے، اگر اطاعت نہ کرو گے تو زنداں میں بھیجے جاؤ گے۔

وہ انعام تو عین رحمت ہے، ظاہر ہے۔ اور یہ کوڑا عذاب کا بھی رحمت ہے، اس لیے کہ رحمت ہی سے ناشی ہے کہ جیل خانہ سے ڈر کر سزا کے مستحق نہ ہوں، اطاعت کریں، انعام کے مستحق ہوں ——— تو دوزخ بھی رحمت ہے کہ دنیا کو ڈر کے باعث گناہوں سے بچانے والی ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ کفار نے اللہ کے محبوبوں کو ایذا دی، ان کی توہین کی، رب العزت نے اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کے لیے دوزخ کو پیدا فرمایا۔ قدر شی کی، اس کی ضد سے معلوم ہوتی ہے کہ الاشیاء تصرف با ضدادھا اہل جنت کو یہ دکھانا ہے کہ دیکھو! اگر تم بھی محبوبان خدا کا دامن نہ تھامتے، ان کی طرح تمہاری جگہ بھی یہی ہوتی۔ اس وقت محبوبان خدا کے دامن تھامنے کی قدر کھلے گی۔ وللہ الحمد ٭ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی الہ وصحبہ و بارك وسلم ٭ اللھم صلی علی سیدنا محمد معدن الجود والکرم والہ وصحبہ الکرام اجمعین۔

حضور تمام جہاں کے لیے رحمت ہیں۔ رحمت الٰہی کے معنی ہیں بندوں کو ایصال خیر فرمانے کا ارادہ۔ تو رحمت کے لیے دو چیزیں درکار ہیں۔ ایک مخلوق جس کو خیر پہنچائی جائے۔ اور دوسرے خیر ——— اور دونوں متفرع ہیں وجود نبی ﷺ پر۔ اگر حضور نہ ہوتے نہ کوئی خیر ہوتی، نہ خیر پانے والا۔ تو رحمت الٰہی کا ظہور نہ ہوا، مگر وجود نبی ﷺ میں ——— تمام نعمتیں، تمام کمالات، تمام فضائل متفرع ہیں وجود پر، اور تمام عالم کا وجود متفرع ہے حضور کے وجود پر، تو سب پر حضور ہی کے طفیل رحمت ہوئی۔ ملک ہو، خواہ نبی،

یارسول، جس کو جو نعمت ملی، حضور ہی کے دست عطا سے ملی۔

حضور نعمۃ اللہ ہیں۔ قرآن عظیم نے ان کا نام نعمت اللہ رکھا: اَلَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ کُفْرًا ؕ کی تفسیر میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں: نعمۃ اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نعمۃ اللہ محمد ﷺ ہیں۔ ولہٰذا ان کی تشریف آوری کا تذکرہ امتثال امر الٰہی۔ قال تعالیٰ: وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ ؕ اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ حضور اقدس ﷺ کی تشریف آوری سب نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہے۔ یہی تشریف آوری ہے، جس کے طفیل دنیا قبر، حشر، برزخ، آخرت غرض ہر وقت، ہر جگہ، ہر آن نعمت ظاہر و باطن سے ہمارا ایک ایک رونگٹا متمتع اور بہرہ مند ہے، اور ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اپنے رب کے حکم سے اپنے رب کی نعمتوں کا چرچا مجلس میلاد میں ہوتا ہے۔ مجلس میلاد آخروہی شی ہے، جس کا حکم رب العزت دے رہا ہے: وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ ؕ مجلس مبارک کی حقیقت، مجمع مسلمین کو حضور اقدس ﷺ کی تشریف آوری و فضائل جلیلہ و کمالات جمیلہ کا ذکر سنانا ہے۔ بُندیا، رقعہ بانٹنا، طعام و شیرینی کی تقسیم، اس کا جزء حقیقت نہیں، نہ ان میں کچھ جرم۔

اول: دعوت الی الخیر ہے اور دعوت الی الخیر بیشک خیر ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ ؕ اس سے زیادہ کس کی بات اچھی، جو اللہ کی طرف بلائے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے نبی ﷺ فرماتے ہیں: من دعی الی ھدی کان لہ الا جر مثل اجور من تبعہ ولاینقص ذلک من اجورھم شیئا جو لوگوں کو کسی ہدایت کی طرف بلائے، جتنے اس کا بلانا قبول کریں،

ان سب کے برابر ثواب اسے ملے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔

اور اطعام طعام یا تقسیم شیرینی بر وصلہ واحسان وصدقہ ہے۔ اور یہ سب شرعاً محمود۔

ان مجالس کے لیے ایک تمہیں نہیں، ملائکہ بھی تداعی کرتے ہیں۔ جہاں مجلس شریف ہوتے دیکھی۔ ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کہ آؤ! یہاں تمہارا مطلوب ہے۔ پھر وہاں سے آسمان تک چھا جاتے ہیں، تم دنیا کی مٹھائی بانٹتے ہو، ادھر سے رحمت کی شیرینی تقسیم ہوتی ہے، وہ بھی ایسی عام کہ نا مستحق کو بھی حصہ دیتے ہیں۔ **هم القوم لایشقی بهم جلیسهم** ان لوگوں کے پاس بیٹھنے والا بھی بد بخت نہیں رہتا۔

"مجلس آج سے نہیں آدم علیہ السلام نے خود کی، اور کرتے رہے۔ اور ان کی اولاد میں برابر ہوتی رہی، کوئی دن ایسا نہ تھا کہ آدم علیہ السلام ذکر حضور نہ کرتے ہوں، اول روز سے آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو تعلیم ہی یہ فرمایا گیا کہ میرے ذکر کے ساتھ میرے حبیب ومحبوب کا ذکر کیا کرو۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ و بارک وسلم۔ جس کے لیے عملی کارروائی یہ کی گئی کہ جب روح الٰہی آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے پتلے میں داخل کی گئی۔ آنکھ کھلتے ہی نگاہ ساق عرش پر ٹھہرتی ہے، لکھا دیکھتے ہیں۔ لا الہ الااللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ و بارک وسلم۔۔ عرض کی: الٰہی! یہ کون ہے، جس کا نام پاک تو نے اپنے نام اقدس کے ساتھ لکھا ہے؟

ارشاد ہوا: وہ تیری اولاد میں سب سے پچھلا پیغمبر ہے۔ وہ نہ ہوتا تو میں تجھے نہ بناتا۔ **لولا محمد ماخلقتک ولا ارضا ولا سماء** اسی کے طفیل میں تجھے پیدا کیا، اگر وہ نہ ہوتا، نہ تجھے پیدا کرتا، نہ میں زمین و آسمان بناتا۔ تو کنیت اپنی ابو محمد کر **صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ و بارک وسلم۔**

آنکھ کھلتے ہی نام پاک بتایا گیا، پھر ہر وقت ملائکہ کی زبان سے ذکر اقدس سنایا گیا، وہ مبارک سبق عمر بھر یاد رکھا، ہمیشہ ذکر اور چرچا کرتے رہے، جب زمانہ وصال شریف کا قریب آیا، شیث **علیہ الصلاۃ والسلام** سے ارشاد فرمایا: اے فرزند! میرے بعد تو خلیفہ ہوگا، عماد تقوی و عروۂ وثقی کو نہ چھوڑنا۔ **العروۃ الوثقی محمد صلی اللہ علیہ وسلم** عروۂ وثقی محمد ہیں ﷺ۔ جب اللہ کو یاد کرے، محمد ﷺ کا ذکر ضرور کرنا۔ **فانی رایت الملٰئکۃ تذکرہ فی کل ساعاتھا** کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا ہے ہر وقت، ہر گھڑی ان کی یاد میں مشغول ہیں۔ اسی طور پر چرچا ان کا ہوتا رہا، پچھلی انجمن روز میثاق جمائی گئی۔ اس میں حضور کا ذکر تشریف آوری ہوا۔ **وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَ رَسُولٌ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ ۝ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا ۝ قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝** جب عہد لیا اللہ نے نبیوں سے کہ بیشک میں تمہیں کتاب وحکمت عطا فرماؤں، پھر تشریف لائیں تمہارے پاس وہ رسول، تصدیق فرمائیں ان باتوں کی، جو تمہارے ساتھ ہیں، تو تم ضرور ان پر ایمان لانا، اور ضرور ضرور ان کی مدد کرنا، قبل اس کے کہ انبیائے کرام کچھ عرض کرنے پائیں فرمایا:

کیا تم نے اقرار کیا، اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ عرض کی: ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا: تو آپس میں ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ، اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں، پھر جو کوئی اس اقرار کے بعد پھر جائے، وہی لوگ بے حکم ہیں۔ مجلس میثاق میں رب العزت نے تشریف آوری حضور کا بیان فرمایا اور تمام انبیا علیہم الصلاۃ والسلام نے سنا، اور انقیاد واطاعت حضور کا قول دیا۔ ان کی نبوت ہی مشروط تھی حضور کے مطیع وامتی بننے پر۔ تو سب سے پہلے حضور کا ذکر تشریف آوری کرنے والا اللہ ہے کہ فرمایا: ثُمَّ جَائَکُمْ رَسُوْلٌ ٥ پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لائیں اور ذکر پاک کی سب میں پہلی مجلس مجلس انبیا ہے۔ علیہم الصلاۃ و السلام جس میں پڑھنے والا اللہ اور سننے والے انبیاء اللہ۔

غرض اسی طرح ہر زمانہ میں حضور کا ذکر ولادت وتشریف آوری ہوتا رہا۔ ہر قرن میں انبیاء ومرسلین آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے لے کر ابراہیم وموسیٰ وداؤد وسلیمان وزکریا علیہم الصلاۃ والسلام تک تمام نبی ورسول اپنے اپنے زمانہ میں مجلس حضور ترتیب دیتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ سب میں پچھلا ذکر شریف سنانے والا کنواری، ستھری، پاک بتول کا بیٹا، جسے اللہ تعالیٰ نے بے باپ کے پیدا کیا، نشانی سارے جہاں کے لیے، یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لایا۔ فرماتا ہوا: مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ ٥ میں بشارت دیتا ہوں ان رسول کی جو عنقریب میرے بعد تشریف لانے والے ہیں، جن کا نام پاک احمد ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی اٰلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

یہ ہے مجلس میلاد شریف۔ جب زمانہ ولادت شریف کا قریب آیا، تمام ملک وملکوت میں محفل میلاد تھی۔ عرش پر محفل میلاد، فرش پر محفل میلاد، ملائکہ میں مجلس میلاد ہو رہی تھی، خوشیاں مناتے حاضر آئے ہیں، سر جھکائے کھڑے ہیں، جبرئیل و میکائیل حاضر ہیں۔ علیہم الصلاۃ والسلام اس دولھا کا انتظار ہو رہا ہے، جس کے صدقے میں یہ ساری برات بنائی گئی ہے۔ سبع سمٰوات میں، عرش وفرش پر دھوم ہے۔ ذرا انصاف کرو! تھوڑی سی مجازی قدرت والا اپنی مراد کے حاصل ہونے پر جس کا مدت سے انتظار ہو، اب وقت آیا ہے، کیا کچھ خوشی کا سامان نہ کرے گا؟ وہ عظیم مُقْتَدِر، جو چھ ہزار برس پیشتر، بلکہ لاکھوں برس سے ولادت محبوب کے پیش خیمے تیار فرمارہا ہے، اب وقت آیا ہے کہ وہ مراد المریدین ظہور فرمانے والے ہیں، یہ قادر علی کل شئی کیا کچھ خوشی کے سامان مہیا نہ فرمائے گا؟ شیاطین کو اس وقت جلن ہوئی تھی، اور اب بھی جو شیطان ہیں جلتے ہیں، اور ہمیشہ جلیں گے۔ غلام تو خوش ہو رہے ہیں، ان کے ہاتھ تو ایسا دامن آیا ہے کہ یہ گر رہے تھے، اس نے بچالیا۔ ایسا سنبھالنے والا ملا کہ اس کی نظیر نہیں۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وبارک وسلم۔

ایک آدمی ایک کو بچا سکتا ہے، دو کو بچا سکتا ہے، کوئی قوی ہوگا زیادہ سے زیادہ دس بیس کو بچالے گا۔ یہاں کروڑوں اربوں پھسلنے والے اور بچانے والے وہی ایک انا اخذ بحجز کم من النار هلم بی میں تمہارا کمر بند پکڑے دوزخ سے کھینچ رہا ہوں ارے میری طرف آؤ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم۔

یہ فرمان صرف صحابہ سے خاص نہیں، قسم اسکی جس نے انھیں رحمۃ للعلمین بنایا، آج وہ ایک ایک مسلمان کا بند کمر پکڑے، اپنی طرف کھینچ رہے ہیں کہ دوزخ سے بچائیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم۔

الحمد للہ! کیا حامی پایا۔ اربوں سے بھی اربوں مراتب زائد گرنے والوں کو ان کا ایک اشارہ کفایت کررہا ہے۔ تو ایسے کے پیدا ہونے کا ابلیس اور اس کی ذریت کو جتنا غم ہو، تھوڑا ہے۔ پہاڑوں میں ابلیس اور تمام مردہ سرکش قید کیے گئے تھے، انھیں کے پیرو اب بھی غم کرتے ہیں۔ خوشی کے نام سے مرتے ہیں۔ ملائکۂ سبع سموات دھوم مچا رہے تھے، عرش عظیم ذوق شوق میں ہلتا تھا۔ ایک علم مشرق، دوسرا مغرب، اور تیسرا بام کعبہ پر نصب کیا گیا؛ اور بتایا گیا کہ ان کا دارالسلطنت کعبہ ہے، اور ان کی سلطنت مشرق سے مغرب تک، تمام جہان انھیں کی قلمرو میں داخل ہے۔ اس مراد کے ظاہر ہونے کی گھڑی آ پہنچی کہ اول روز سے اس کی محفل میلاد، اس کے خیر مقدم کی مبارکباد ہورہی ہے۔ قادر علی کل شی نے اس کی خوشی میں کیسے کچھ انتظام فرمائے ہوں گے؟ جبرئیل امین ایک پیالہ شربت جنت کا سیدنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے لے کر حاضر ہوئے۔ اس کے نوش فرمانے سے وہ دہشت زائل ہوگئی، جو ایک آواز سننے سے پیدا ہوئی تھی۔ پھر ایک مرغ سفید کی شکل بن کر اپنا پر سیدنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن مبارک سے مل کر عرض کرنے لگے۔ اظہر یا سید المرسلین، اظہر یا خاتم النبیین، اظہر یا اکرم الاولین والآخرین۔ جلوہ فرمایئے اے تمام رسولوں کے سردار! جلوہ فرمایئے اے تمام انبیاء کے خاتم!

جلوہ فرمایئے اے سب اگلے پچھلوں سے زیادہ کریم! یااور الفاظ ان کے ہم معنی۔مطلب یہ کہ دونوں جہاں کے دولہا کی برات سج چکی ہے،اب جلوہ افروزی سرکار کا وقت ہے۔ **فظھر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لبدر المنیر** پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوئے جیسے چودھویں رات کا چاند۔

(ان لفظوں پر قیام ہوا،اور مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہوکر یہ درود عرض کیا)

الصلاة والسلام عليك يارسول الله ❖ الصلاة والسلام عليك يا نبي الله

الصلاة والسلام عليه يا حبيب الله ❖ الصلاة والسلام عليك يا خير خلق الله

الصلاة والسلام عليك يا سراج افق الله ❖ الصلاة والسلام عليك يا قاسم رزق الله

لصلاة ولسلام عليك يا مبعوث تيسرالله ووفق الله ❖ الصلاة والسلام عليك يا زينة عر ش الله

الصلاة والسلام عليك يا سيد المرسلين ❖ الصلاة والسلام عليك ياخاتم النبيين

الصلاة والسلام عليك يا شفيع المذنبين ❖ لصلاة والسلام عليك يا اكرم الاولين والآخرى ن

الصلاة والسلام عليك يانبي الانبياء ❖ الصلاة والسلام عليك يا عظيم الرجا

الصلاة والسلام عليك يا عميم الجودوالعطاء ❖ الصلاة والسلام عليك يا ماحي الذنوب و الخطاء

الصلاة والسلام عليك حبيب رب الارض والسماء ❖ الصلاة والسلام عليك يامصحح الحسنات

الصلاة والسلام عليك يا مقبل العثرات ❖ الصلاة والسلام عليك يا نبي الحرمين

الصلاة والسلام عليك يا امام القبلتين ❖ الصلاة والسلام عليك يا صاحب قاب قوسين

الصلاة والسلام عليك يا من زينة الله بكل زين ❖ الصلاة والسلام عليك ياجدالحسن والحسين

الصلاة والسلام عليك يا من نزهه الله من كل شين ❖ الصلاة والسلام عليك يا سرالله المخزون

الصلاة والسلام عليك يادرالله المكنون ❖ الصلاة والسلام عليك يا نورالافئدة والعيون

الصلاۃ والسلام علیک یا سرور القلب المخزون ❖ الصلاۃ والسلام علیک یا عالم ماکان ومایکون

الصلاۃ والسلام علیک وعلی آلک و صحبک وابنک و حزبک واولیاء امتک وعلماء ملتک وسائر اهل کلمتک

اجمعین دائما ابد الابدین و سرمدا دھر الداھرین آمین والحمد للّٰہ رب العلمین ۔

(نقل تقریر پٹنہ)

الحمد للّٰه رب العلمين ۰ حمد الشاكرين ۰ وافضل الصلاة واكمل السلام على سيد المرسلين ۰ خاتم النبيين ۰ اكرم الاولين والآخرين ۰ قائد الغر المحجلين ۰ نبى الحرمين ۰ اما القبلتين ۰ سيد الكونين ۰ وسيلتنافى الدارين ۰ صاحب قاب قوسين ۰ المزين بكل زين ۰ المنزه من كل شين ۰ جدالحسن والحسين ۰ نبى الانبياء ۰ عظيم الرجا ۰ عميم العطا ۰ ماحى الذنوب والخطا ۰ شفيعنا يوم الجزاء ۰ سرالله المخزون ۰ درالله المكنون ۰ عالم ماكان و مايكون ۰ نورالافئدة والعيون ۰ سرورالقلب المحزون ۰ سيدنا و مولانا وحبيبنا ونبينا وشفيعنا ووكيلنا وكفيلنا وعوننا ومعيننا وغوثنا ومغيثنا وغيثنا وغياثنا سيدنا و مولانا محمد ۰ النبى المبعوث ۰ رحمة للعلمين ۰ وعلى اله الطيبين الطاهرين ۰ وازواجه الطاهرات امهات المومنين ۰ واصحابه المكرمين المعظمين ۰ وابنه الكريم الامين المكين ۰ محى الاسلام والحق والشرع والملة والقلوب والسنة والطريقة والدين ۰ واهب المراد ۰ قطب الارشاد ۰ فرد الافراد ۰ سيد الاسياد ۰ صلح البلاد ۰ نافع العباد ۰ دافع الفساد ۰ مرجع الاوتاد ۰ غوث الثقلين ۰ و

غیث الکونین ؛ و غیاث الدارین ؛ ومعیث الملوین ؛ امام الفریقین سیدنا و مولانا ابی محمد عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی الکریم ؛ وعلی سائراولیاء امته الکاملین العارفین وعلماء ملته الراشدین المرشدین ؛ وعلینا معهم اجمعین ؛ یا ارحم الراحمین ؛

اس خطبہ کے بعد آیہ کریمہ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْیَا بِالْحَقِّ آخر سورہ تک تلاوت فرمائی۔ پھر اس کی تمہید تفسیر میں ذروالاظہور حضور سید یوم النشور کا ذکر فرمایا کہ:۔

جب حضرت عزت جل جلالہ نے عالم بنانا چاہا، اپنے نور بے کیف سے نور منیر بشیر ونذیر ﷺ پیدا فرمایا۔ عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں۔ **یا جابر ان اللّٰہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ** اے جابر! بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام جہاں سے پہلے تیرے نبی ﷺ کو اپنے نور کریم سے پیدا کیا۔ پھر حضور اقدس ﷺ کے نور سے تمام عالم کو جلوہ ظہور میں لایا۔

تو جس طرح مرتبہ وُجود میں صرف اللہ ہے۔ جل و علا: **کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَهٗ** ؕ

ع **الا کل شئی ما خلا اللّٰہ باطل**

حقیقت وجود اسی کی ذات کریم سے خاص ہے۔ جہان وجہانیان کا اس میں کچھ حصہ نہیں، مگر جس پر وجود حقیقی کے افتاب عالم تاب نے اپنے نور کا پرتو ڈالا، وہ بقدر نسبت وقابلیت تام موجودیت سے بہرور ہوا۔

یونہی مرتبہ ایجاد میں صرف ذات کریم حضور سید المرسلین ﷺ ہے وبس۔

حضور ہی سر الوجود، ومنبع الوجود واصل ہر بود ہیں۔ وجودات عالم ضرور وجود حقیقی کے ظلال وپرتو ہیں۔

مگر اولاً: وبالذات پرتو ذات وظل صفات، جامع الکمالات حضور سید الکائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التسلیمات ہے۔

پھر ثانیاً: وبالعرض حضور کی وساطت سے مرتبہ بہ مرتبہ تمام عالم اس تجلی نور سے روشن ہے ؎

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

جیسے بلاتشبیہ شب چہاردہ کو اشیا، کہ آفتاب سے حجاب میں ہیں، بذات خود اس سے نور لینے کے قابل نہیں۔ چودہویں رات کا چمکتا چاند متوسط ہوکر خود آفتاب سے نور لیتا، اور اپنے نور سے تمام روئے زمین کو روشن کر دیتا ہے۔ تو اگر چہ جس قدر چاندنی پھیلی ہوئی ہے، سب روشنی آفتاب ہی کی ہے۔ مگر چاند کے وساطت سے ملی ہے۔

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ نور حضور اقدس ﷺ کا نور الٰہی سے پیدا ہونا عیاذاً باللہ تجزّی کی حضرت وحدت سے اصلاً علاقہ نہیں رکھتا۔ ان مجازی فانی انوار میں دیکھیے۔ آفتاب سے چاند روشن ہوا، چاند سے زمین، چراغ سے چراغ جلایا۔ آفتاب و ماہتاب و چراغِ اول کے نور سے کوئی حصہ جدا ہوکر ان مستنیروں میں نہ آیا، اور انھیں انوار سے ان روشنیوں نے ظہور پایا ـــــ تو جہّال وہابیہ کا حدیث پر اعتراض محض جہالت ہے۔

انوار دو قسم ہیں، معنوی و حسی۔ معنوی کہ چشم جسم ان کے ادراک کی قابلیت نہیں رکھتی۔ جیسے نور قرآن، و نور نماز، و نور وضو ــــــ بعضے مریدین بعد وضو اپنے حجرۂ خلوت میں گئے۔ ایک نور عظیم چمکا، بے اختیار پکار اٹھے۔ رایت ربی میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔ شیخ نے فرمایا: اے شخص! کہاں تو اور کہاں یہ رتبہ؟ یہ تیرے وضو کا نور تھا کہ یوں چمکا۔

صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ روز جمعہ سورۂ کہف کی تلاوت کی جائے۔ مقام تلاوت سے مکہ معظمہ اور اس جمعہ سے جمعہ آئندہ اور تین روز زائد تک روشن کر دیتی ہے۔(۱)

حسی کہ لائق احساس بصر ہیں، پھر دو قسم ہیں۔

ظاہر جیسے انوار کواکب، چراغاں۔

اور باطن جیسے حجر اسود، و مقام ابراہیم علیہ الصلاۃ و التسلیم کی روشنیاں ــــــ حدیث میں ہے: یہ جنت کے یاقوتوں سے دو یاقوت ہیں کہ اللہ عزوجل نے ان کا نور نظروں سے چھپا دیا۔ ورنہ دنیا کو روشن کر دیتے۔ مروی ہے جب حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسیلم نے کعبہ معظمہ بنایا؛ اور حجر اسود آیا اس وقت اس کا نور صرف اس قدر چمکا کہ مکہ معظمہ کے گرداگرد چند میل مختلف تک روشن ہو گیا۔ جہاں تک وہ روشنی پہنچی، وہی حدود حرم قرار پائیں۔ حضور پر نور ﷺ کہ اصل انوار و معدن انوار و منبع انوار ہیں جمیع اقسام نور کے بروجہ اکمل واتم جامع ہیں۔

حضور پر نور ﷺ کہ اصل انوار و معدن انوار و منبع انوار ہیں جمیع اقسام نور کے

بروجہ اکمل واتم جامع ہیں ۔(۱) حضور پرنور ﷺ کے نور معنوی کو کون جان سکتا ہے؟ انبیاء ومرسلین و ملائکہ مقربین واولیاء کاملین و عباد اللہ الصالحین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین سب حسب استعداد اسی نور منیر سے روشن ومستنیر ہیں۔ علامہ فاسی **مطالع المسرات** میں حدیث نقل کرتے ہیں۔ حضور سید عالم ﷺ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں:

یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقة غیر ربی اے ابو بکر! مجھے جیسا میں ہوں سوائے میرے رب کے کسی نے نہ پہچانا

ے

تراچنانکہ توئی دیدۂ کجابیند بقدر بینش خود ہر کسے کند ادراک

حضور اقدس ﷺ کے نور حسی ہی کی جھلک، آفتاب و ماہتاب و جملہ مضیات میں چمک رہی ہے۔ ملائکہ کے چہروں میں اسی کی چمک، انسان کی مردمک میں اسی کی دمک، مستفیض وظاہر ہیں۔ اوراس مفیض کریم پر بجمال رحمت وکمال عظمت ستر ہزار پردہائے ہیبت وجلال ورحمت وجمال ڈالے گئے ہیں کہ چشم عالمیان اس کے ادراک سے دور ومہجور ہے۔ العظمة للہ اگر حجاب اٹھادیں، عالم کی کیا جان؟ کہ اس کی تجلیات کی تاب لا سکے۔ جہان وجہانیان ایک جھلک میں جل کر خاک ہوں۔

سلطان الاولیا حضرت نظام الحق والدین سیدنا محبوب الٰہی فرماتے ہیں: جب سیدنا موسیٰ کلیم علیہ الصلاۃ والتسلیم بعد تجلی طور واپس آئے کسی کو تاب نہ تھی کہ ان کے جمال مبارک سے نظر ملائے۔ کلیم علیہ الصلاۃ والسلام نے نقاب ڈالا، فوراً جل گیا۔ یہاں تک کہ لوہے کا نقاب بنا کر روئے مبارک پر ڈالا، وہ بھی

خاک ہوگیا۔ آخر بامر الٰہی بعض عاشقان حضرت عزت کے دامن سے نقاب بنایا، وہ قائم رہا۔

ہاں! چہرۂ کلیم مہر سپہر جلال تھا۔ نور آفتاب ہلکا ہونے کے لیے قمر درکار ہے کہ اس کی تجلیوں کا بار اپنے اوپر لے، اور اس سے ٹھنڈی ہلکی روشنی اوروں پر منکشف ہو ـــــ جب جمال کلیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کا اس آسان تر تجلی سے یہ حال تھا، تو اس ذات کریم کا کیا پوچھنا، جو نور حقیقی کے مظہر اول اتم واکمل وجامع تجلیات ذات وصفات علیٰ اقصی الغایات بلکہ بے حد ونہایات ہے، جسے جمال ازلی نے اپنا خاص آئینہ بنایا۔ جس کے ہر جلوہ میں من رأنی فقد رأ الحق کا دریا لہرایا، اس کے تاب کی کسے تاب؟ ؎

کیا منہ ہے آئینے کا تری تاب لا سکے
خورشید پہلے آنکھ تو تجھ سے ملا سکے

تو لازم ہوا کہ نور کریم حجاب رحمت وتعظیم میں رہے۔

وہ حجاب کیا ہے؟ کیا غیر اس کا حجاب ہو سکتا ہے، غیر اسے چھپا سکتا ہے؟ حاشا، بلکہ خود اس کا کمال ظہور ہی اس کا پردۂ نور رہا ـــــ نور کے لیے ایک حد ظہور ہے کہ جب اس حد تک رہے، نظر اس پر کام کرے اور جب اس سے ترقی کرے، اس کی تابش ہی اس کے لیے حجاب ہو کہ نظر بوجہ خیرگی، اس پر کام نہیں کرتی۔ آخر نہ دیکھا کہ آفتاب افق میں حجاب سحاب رقیق سے بروجہِ کمال نظر آتا ہے، اور نصف النہار پر روز صاف میں طائر نظر کے پَر جلاتا ہے۔ پھر جس قدر ترقی زائد، احتجاب زائد۔

نور کریم کی ترقی بے نہایت کے حضور، ابصار تو ابصار، بصیرت کی وہ حالت ہوگی، جو مہر عالم تاب کے حضور خفاش کی۔ لاجرم غایت ظہور ہی مستلزم غایت بطون ہوئی۔ پھر بھی اس کی خفیف جھلک جس میں نگاہ ظاہر کا حصہ رہا کہ اس بارگاہ کرم سے محروم مطلق نہ رہے، وہ ہے جو حدیث صحیح میں آیا: **کان الشمس تجری فی وجھه** گویا آفتاب چہرۂ پرنور میں رواں ہے۔ دوسری حدیث میں ہے: جب تو حضور اقدس ﷺ کو دیکھتا گمان کرتا کہ آفتاب طلوع کر رہا ہے۔ تیسری حدیث میں ہے: **اذا تکلّم رُئِیَ کالنور یخرج من بین ثنایاہ** جب کلام فرماتے، دندان پیشیں کے درمیان سے نور سا چھنتا نظر آتا۔ چوتھی حدیث میں ہے: **له نور یعلوه یحسبه من لم یتأمل رشم** بینی پرنور پر نور کا بُکا بلند تھا، جو غور سے نہ دیکھتا، بینی اقدس کو اس نور کے سبب بہت بلند گمان کرتا۔ پانچویں حدیث میں ہے: **لم یقع مع الشمس الا غلب ضوئه ضوئها** حضور اقدس ﷺ جب آفتاب کے سامنے کھڑے ہوتے حضور کا نور آفتاب کی ضیا کو دبا لیتا۔ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم

اس بیان کا سلسلہ یہاں تک پہنچا یا کہ

عرفان ونورِ ایماں سب اسی نور والاظہور کے پرتو ہیں، بلکہ ایمان صرف حضور اقدس ﷺ کی تعظیم ومحبت وعظمت کا نام ہے۔ تو جس کے دل میں جس قدر حضور اقدس ﷺ کی تعظیم ومحبت وعظمت زائد، اسی قدر اس کا ایمان اکمل؛ اور جس قدر کم، اتنا ہی ایمان ناقص؛ اور جس کے دل میں بالکل نہیں، وہ مطلقا کافر ہے۔ **لایومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین** قطعاً اپنے ظاہر پر محمول ہے۔ بیشک جب تک محبت دینی، ایمانی،

اختیاری، ایقانی میں محمد رسول اللہ ﷺ کو تمام جہان اور خود اپنی جان سے زیادہ نہ چاہے، ہرگز مومن نہیں۔

انزال کتب وارسال رُسل، بلکہ تخلیق آدم وعالم، سب اظہار عظمت عظیمہ محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے۔ ابن عساکر سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے راوی: حضرت عزت جل جلالہ نے حضور پرنور سید عالم ﷺ کو وحی بھیجی، اگر میں نے ابراہیم کو خلیل کیا، تمہیں اپنا حبیب کیا؛ اور تم سے زیادہ اپنی بارگاہ میں عزت وکرامت والا کوئی نہ بنایا۔ **ولقد خلقت الدنیا واھلھا لاعرفھم کرامتک ومنزلتک عندی ولولاک لما خلقت الدنیا** میں نے دنیا ومخلوقات دنیا اسی لیے بنائی کہ میری بارگاہ میں جو منزلت وعزت تمہاری ہے، ان پر ظاہر فرمادوں، اگر تم نہ ہوتے، میں دنیا نہ بناتا۔ یعنی دنیا وآخرت کچھ نہ ہوتی کہ آخرت دار الجزاء ہے اور دار الجزاء کو دار العمل کا تقدم ضروری۔ جب دار العمل بلکہ عاملین ہی نہ ہوتے، دار الجزاء کہاں سے آتی؟ ـــــ حاکم نے صحیح مستدرک میں روایت کی۔ حضرت عزجلہ وعلا نے آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو وحی بھیجی: **لولا محمد ماخلقتک ولاارضا ولاسماء** اگر محمد ﷺ نہ ہوتے نہ میں تمہیں پیدا کرتا، نہ آسمان زمین بناتا۔

قال اللہ تعالیٰ: وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّن يَنقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۝ (بقرہ ۲/۱۴۳) ہم نے نہ کیا وہ قبلہ جس پر تم تھے، مگر اس لیے کہ علانیہ ظاہر ہو جائے کہ کون براہ غلامی تمہارا اتباع کرتا ہے۔ اور کون الٹے پاؤں پھرتا ہے۔

دیکھو! آیہ کریمہ صاف ارشاد فرماتی ہے کہ فرضیت قبلہ صرف اس لیے ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم واطاعت کرنے والوں کی پہچان سب کو معلوم ہو جائے۔

آیۂ کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ۝ (طور ۵۲/۵۶) میں نے جن وانسان اسی لیے بنائے کہ میری عبادت کریں۔حدیث مذکور سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کے منافی نہیں۔تخلیق جن وانس، عبادت کے لئے۔اور عبادت سے حضرت عزت جل جلالہ کو نہ کوئی نفع، نہ اس کے ترک سے کوئی ضرر۔وہ غنی، حمید ہے۔احکام عبادت کی تشریع اسی لیے ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے غلامان، مطیع وفرماں بردار، ان کے حکم سے الٹے پاؤں پھر جانے والے نابکار، سب پر ظاہر ہوجائے کہ عبادت الٰہی وتعظیم ومحبت حضرت رسالت پناہی ﷺ متلازمین ہیں۔متلازمین میں ایک کا ذکر دوسرے کا موکد ہوتا ہے نہ کہ نافی ومنافی۔

ایمان کے دو رکن ہیں۔لا الہ الا اللہ - محمد رسول اللہ ﷺ

آیۂ کریمہ رکن اول کو بتاتی ہے ـــــ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ اس لیے بنایا کہ میری پرستش کریں۔یعنی لا الہ الا اللہ۔

اور حدیث شریف رکن دوم کا اشعار فرما رہی ہے: لأعرفهم كرامتک اسی لیے بنایا کہ تمہارا مرتبہ پہچانیں۔یعنی محمد رسول اللہ ﷺ ـــــ ولہذا اہل ادب وایمان کے نزدیک تعظیم ومحبت حضور اقدس ﷺ اصل کار واہم فرائض ومناط قبول جملہ اعمال حسنہ ہے۔

اہم فرائض ارکان ہیں، اور اہم ارکان اربعہ نماز، اور تعظیم ومحبت حضور پرنور ﷺ قطعاً نماز سے اہم واعظم۔غزوۂ خیبر سے پلٹتے ہوئے، حضور اقدس ﷺ نے منزل صہبا میں بعد نماز عصر سیدنا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے زانوئے مبارک پر سر اقدس رکھ کر آرام فرمایا۔

مولیٰ مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ نے ابھی نماز نہ پڑھی تھی۔ جب وقت تنگ ہونے پر آیا، مضطرب ہوئے کہ اگر اٹھتا ہوں، محبوب اکرم ﷺ کی خواب راحت میں خلل آتا ہے۔ معہٰذا کیا معلوم کہ حضور کو خواب میں کیا وحی ہو رہی ہو؟ اور اگر بیٹھا رہتا ہوں نماز جاتی ہے۔ آخر وہی تعظیم و محبت کا پلہ غالب آیا، اور اسداللہ الغالب نے حضور اقدس ﷺ کے جگا دینے پر نماز جانے کو گوارا کیا۔ حتی توارت بالحجاب یہاں تک کہ آفتاب ڈوب گیا۔ اب کہ وقت مغرب ہوا، سرکار دو عالم ﷺ کی چشم حق بیں کھلی۔ مولیٰ علی کو مضطرب پایا، سبب دریافت کیا۔

عرض کی: یارسول اللہ! میں نے عصر کی نماز نہ پڑھی۔

حضور اقدس ﷺ نے دست مشکل کشائی بلند فرمائے، اور اپنے رب عزوجل سے عرض کی:

الٰہی! علی تیرے رسول کے کام میں تھا —— اور آفتاب کو حکم دیا کہ پلٹ آئے۔ فوراً ڈوبا ہوا آفتاب اُفق غربی سے حکم کا باندھا ہوا کھنچا چلا آیا، وقت عصر ہو گیا۔ امیر المومنین نے نماز ادا فرمائی، پھر ڈوب گیا۔ امام اجل ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ ائمہ نے اس حدیث کی تصحیح فرمائی

جان کا رکھنا سب سے زیادہ فرض اہم ہے۔ اگر بوجہ ظلم عدو مکابر وغیرہ نماز پڑھنے میں معاذ اللہ ہلاک جان کا یقین ہو، اس وقت ترک نماز کی اجازت ہوگی۔ امام الصدیقین، اکمل الاولیاء العارفین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کی تعظیم و محبت کو حفظ جان پر مقدم رکھا۔ سفر ہجرت میں جب آفتاب رسالت

وماہتاب صدیقیت ﷺ برج ثور بیت الشرف قمر میں اجتماع نیرین کی طرح غار ثور پر جلوہ فرما ہوئے۔ صدیق اکبر نے اپنے محبوب اکرم ﷺ سے عرض کی: یارسول اللہ! حضور باہر توقف فرمائیں، پہلے میں اندر جا کر غار کو صاف کردوں کہ اگر کوئی چیز ہو تو مجھے پہونچے ـــــ غار چند ہزار سال کا تھا، بہت سوراخ تھے، صدیق نے سنگریزوں سے، پھر کپڑے پھاڑ پھاڑ کر ان سے بند کئے۔ ایک سوراخ رہ گیا، اس میں پاؤں کا انگوٹھا رکھا، اور حضور اقدس ﷺ کو بلایا۔ حضور نے ان کے زانو پر سرانور رکھ کر آرام فرمایا۔ وہاں ایک سانپ مدت سے بہ تمنائے دیدار فائض الانوار حضور پرنور سید الابرار ﷺ رہتا تھا، کہ اس نے قرون سابقہ میں علمائے امم سابقہ کو باہم ذکر کرتے سنا تھا، کہ حضور اقدس نبی آخر الزماں ﷺ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت اور غار ثور میں اقامت فرمائیں گے۔ سانپ نے اپنا سر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے انگوٹھے پر رگڑا۔ انھوں نے جانا کہ سانپ ہے۔ مگر اس خیال سے کہ جان جائے، مگر محبوب کی نیند میں خلل نہ آئے، پاؤں نہ ہٹایا۔ یہاں تک کہ اس نے کاٹا، صدیق نے بکمال ادب جنبش نہ کی، مگر شدت ضبط کے باعث آنسو نکل کر رخسار محبوب رب العالمین پر پڑے۔ حضور اقدس ﷺ کی چشم جانفزا کھلی، صدیق سے حال پوچھا۔

عرض کی: **لُدغت بابی انت وامی یا رسول اللّٰہ** یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے سانپ نے کاٹا ـــــ حضور اقدس ﷺ نے لعاب دہن اقدس لگا دیا، فوراً آرام ہو گیا۔

یہی تعظیم، محبت، جاں نثاری اور پروانہ وارئ شمعِ رسالت بعد انبیا

ومرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تمام جہاں پر باعث تفوق ہے۔ جس نے صدیق اکبر کو ان کے بعد تمام عالم، تمام خلق اللہ، تمام اولیا، تمام عرفا سے افضل واکرم واکمل واعظم کر دیا۔ یہی وہ سِرّ ہے، جس کی نسبت حدیث میں آیا کہ ابوبکر کو کثرت صوم وصلاۃ کی وجہ تم پر فضیلت نہ ہوئی۔ **ولکن بشیٔ وقرنی صدرہ** بلکہ اس سِر کے سبب جو اس کے دل میں راسخ و متمکن ہے۔ یہی وہ راز ہے جس کے باعث ارشاد ہوا کہ: **لووزن ایمان ابی بکر بایمان امتی لرجح ایمان ابی بکر** اگر ابوبکر کا ایمان میری تمام امت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکر کا ایمان غالب آئے۔ ولہٰذا قرآن عظیم نے اپنے نصوص قطعیہ سے، شکل اول بدیہی الانتاج، افضلیت مطلقہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر قائم فرمادی۔ قال اللہ تعالیٰ عزوجل: **اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ** ۝ (حجرات ۴۹/۱۳) تم سب میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ عزوجل کے حضور وہ ہے جو تم سب میں اتقیٰ ہے۔ اور دوسری آیہ کریمہ میں صاف فرمادیا: **اتقیٰ** کون ہے؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ قال تعالیٰ: **وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى وَلَسَوْفَ يَرْضٰى** ۝ (اللیل ۹۲/۱۷، ۲۱) قریب ہے جہنم سے بچایا جائے گا وہ سب سے اتقی جو اپنا مال دیتا ہے ستھرا ہونے کو، اور اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں، جس کا بدلہ دیا جائے۔ مگر اپنے پروردگار برتر کا وجہ کریم چاہنا اور قریب ہے کہ وہ اس سے راضی ہو جائے گا۔ بشہادت آیت اولیٰ ان آیات کریمہ سے وہی مراد ہے، جو افضل واکرم امت مرحومہ ہے۔ اور وہ نہیں مگر اہل سنت کے نزدیک صدیق اکبر۔

اور تفضیلیہ وروافض کے یہاں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ

وجہہ الکریم ——— مگر اللہ عزوجل کے لیے حمد کہ اس نے کسی کی تلبیس وتدلیس کو جگہ نہ چھوڑی۔ آیہ کریمہ نے ایسے وصف خاص سے الاتقیٰ کی تعیین فرمادی، جو صدیق اکبر کے سوا کسی پر صادق آ ہی نہیں سکتا۔ فرماتا ہے: وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰى ۝ ط اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔

حضور پرنور ﷺ خلیفۃ اللہ الاعظم ومحسن ومنعم تمام عالم ہیں ——— حضور کے احسانات کہ بے حد وغایات ہیں، دو قسم ہیں:۔

دینیہ کہ اولین وآخرین حتی کہ انبیاومرسلین وملائکہ مقربین علیہم الصلاۃ والسلام اجمعین ۔ جس نے جو نعمت ایمان ودولت عرفان پائی، حضور خلیفۃ اللہ الاعظم ﷺ ہی کے ہاتھوں سے ملی۔ حضور ہی کی بدولت ہاتھ آئی۔ والہذا تمام انبیاومرسلین وملائکہ مقربین علیہم الصلاۃ والسلام اجمعین سے سید عالم ﷺ پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا۔

اور دنیویہ ——— پھر یہ دو قسم ہیں:۔

اول عامہ باطنہ، کہ حضور اقدس ﷺ بحکم خلافت رب العالمین جل وعلا جملہ نعمتہائے الٰہیہ کے قاسم ہیں۔ خود فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: انما انا قاسم واللہ المعطی بانٹنے والا میں ہوں اور دینے والا اللہ عزوجل۔ روز اول سے آج تک، آج سے روز قیامت تک، روز قیامت سے ابد الآباد تک، جو نعمت جسے ملی، یا ملتی ہے، یا ملے گی، مصطفیٰ ﷺ کے دست اقدس سے بٹی، اور بٹتی ہے، اور بٹے گی۔ جس طرح دین وملت واسلام وسنت وصلاح وعبادت وزہد وطہارت وعلم ومعرفت یہ سب نعمتہائے دینیہ ان کی عطا فرمائی ہوئی ہیں ———

یوں ہی مال و دولت، شفا و صحت، عزت و رفعت، امارت و سلطنت، فرزند و عشیرت۔ یہ سب نعم دنیویہ بھی انہیں کے دست اقدس سے ملی ہیں۔ اللہ عز و جل فرماتا ہے:

أَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ مِنْ فَضْلِهِ ○ انہیں غنی کر دیا، اللہ و رسول نے اپنے فضل سے۔ اور فرماتا ہے: وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَ رَسُوْلُهُ اِنَّا اِلَى اللّٰهِ رَاغِبُوْنَ ○ (توبہ ۹/۵۹) اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اللہ و رسول کے دیئے پر راضی ہوتے اور کہتے ہیں خدا کافی ہے۔ آپ ہمیں دیتے ہیں اللہ و رسول اپنے فضل سے، ہم اللہ کی طرف رغبت والے ہیں۔

وہابیہ شرک فروش اسنادات حقیقت و تجوز و عطا و تسبب میں فرق نہ کر کے احمد بخش، محمد بخش ناموں کو شرک بتاتے ہیں —— حالانکہ قرآن عظیم میں جبریل امین علیہ الصلاۃ والتسلیم کا حضرت مریم سے فرمانا مذکور اِنَّمَا أَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا ○ (مریم ۱۹/۱۹) میں تو تیرے رب کا رسول ہوں تا کہ میں تجھے ستھرا بیٹا دوں۔ دیکھو! قرآن عظیم سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلاۃ والتسلیم کو 'جبریل بخش' فرما رہا ہے —— یہ عجیب شرک مقبول و محمود ہے کہ قرآن عظیم میں موجود ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

دوم خاصہ ظاہرہ کہ حضور اقدس ﷺ بکمال رحمت و رأفت ظاہر بشریت کی طرف تنزل فرما کر اپنے غلاموں، کنیزوں سے حسب عرف و عادت باہمی معاملت فرماتے۔ جیسے انس بن مالک رضی اللہ عنہ خادم سرکار کی روٹی سرکار سے مقرر تھی۔ حالانکہ واللہ تمام جہان کو روٹی سرکار ہی سے ملتی ہے۔ لوگوں کو مانگے اور بے مانگے بیشمار نعمتیں عطا فرما دیں، جن کی بعض تفصیل کتب حدیث میں مذکور۔

حضور اقدس ﷺ کی پہلی دو قسم کی نعمتیں ہرگز اس قسم سے نہیں، جن کا کوئی بدلہ دے سکے۔ نعم دینیہ کا معاوضہ نہ ہوسکنا تو ظاہر، اور نعم عامہ باطنہ دنیویہ، بحکم خلافت رب العزت ہیں ـــــ اللہ عزوجل کو کون عوض دے؟ ہاں! قسم سوم ہی کی نعمتیں کہ باہمی معاملات عرفیہ کے طور پر تھیں، صالح عوض ومجازات ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر بعد انبیا ومرسلین علیہم الصلاۃ والتسلیم حضور پر نور سید عالم ﷺ کے جس قدر احسانات وانعامات قسم اول کے ہیں، تمام عالم میں کسی پر نہیں۔ اور قسم دوم میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور تمام عالم شریک ہیں۔ مگر قسم سوم، یعنی معاملات باہمی قابل معاوضہ میں ہمیشہ صدیق اکبر کی طرف سے بندگی وغلامی وخدمت ونیازمندی، اور مصطفےٰ ﷺ کی طرف سے براہ بندہ نوازی، قبول وپزیرائی وعطائے سعادت مندی کا برتاؤ رہا۔ یہاں تک کہ خود صدیق اکبر کے مولائے اکرم وآقائے اعظم ﷺ نے فرمایا: **انہ لیس فی الناس احدامن علی فی نفسہ ومالہ من ابن ابی قحافہ** بے شک تمام آدمیوں میں اپنی جان ومال سے میرے ساتھ کسی نے ایسا سلوک نہ کیا جیسا کہ ابوبکر نے۔ اور فرمایا: **مالاحد عندنا ید الا وقد کافیناہ بھا ماخلا ابابکر فان لہ عندنا یدا یکافئہ اللہ بھا یوم القیامۃ ومانفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر** کسی کا ہمارے ساتھ کوئی حسن سلوک ایسا نہیں جس کا ہم نے عوض نہ کر دیا ہو سوا ابوبکر کے کہ ان کا ہمارے ساتھ وہ حسن سلوک ہے جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ انھیں روز قیامت دے گا مجھے کسی کے مال نے ایسا نفع نہیں دیا جیسا ابوبکر کے مال نے۔ صدیق نے حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ والا میں حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت درخواست عرض کی۔ حضور پر نور نے صغر سن کا عذر فرما دیا۔

فقیر کہتا ہے اس میں ایک حکمت جلیلہ یہ بھی تھی کہ دامادی میں قبول کرنا انھیں دنیاوی احسانات سے ہے، جن میں جزاومکافات جاری۔ حدیث میں ہے کہ جو کچھ ہدیہ وعطیہ عقد نکاح سے پہلے دیا جائے، وہ عورت کا ہے۔ اور جو بعد کو دیا جائے وہ اس کا ہے جسے دیا جائے۔ یعنی خسر وخوشدامن وغیرہما۔ پھر فرمایا:

واحق ما یکرم الرجل به ابنته اواخته اور آدمی جن ذرائع سے اکرام ونیک سلوک کا مستحق ہوان سب میں زیادہ ذریعہ اس کی بیٹی یا بہن ہے۔ اور اللہ ورسول کو منظور نہ تھا کہ صدیق پر ان کے احسانات ناممکن العوض کے سوا کوئی احسان قابل معاوضۂ دُنیویہ ہو، لہٰذا عذر فرمادیا۔

بخلاف سیدنا امیر المومنین مولیٰ علی مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنیٰ کہ ان پر حضور اقدس ﷺ کے بے پایاں احساناتِ دوقسم اولین کے سوا قسم سوم کے بھی بہت احسان ہیں۔ انھوں نے پرورش ہی مصطفےٰ ﷺ کے مال سے پائی۔ حدیث میں ہے: قبل ظہور نور نبوت مکہ معظّمہ میں گرانی ہوئی، حضور پرنور ﷺ نے سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا: تم دیکھتے ہو کہ زمانہ گرانی کا ہے، اور ابوطالب کے عیال کثیر۔ آؤ! کہ ہم ان پر تخفیف فرمادیں۔ یہ فرماکر حضور، اور حضور کے ہمراہ رکاب حضرت عباس، ابوطالب کے پاس تشریف لائے۔ حضور اقدس ﷺ نے مولیٰ علی کو اپنی پرورش میں لے لیا، اور حضرت عباس نے حضرت جعفر یا حضرت عقیل کو۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ پھر تمیم نعمت کبریٰ، تزویج حضرت بتول زہرا سے ہوئی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ ابیہا وعلیہا وعلیٰ بعلہا وابنیہا وبارك وسلم

تو آیۂ کریمہ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰی ۝ سے مولیٰ علی قطعاً مراد نہیں ہو سکتے، بلکہ بالیقین صدیق اکبر ہی مقصود ہیں، اور اسی پر اجماع مفسرین موجود۔ اسی افضلیت مطلقہ صدیقی کے مناشی سے ہے اس جناب کا کمال تشبیہ حضور پرنور سید عالم ﷺ پر ہونا۔

اول ظہور بعثت شریفہ میں جب حضور نے فرمایا تھا: لقد خشیت علی نفسی مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ اس وقت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور کے جو اوصاف کریمہ شمار کیے تھے کہ اللہ تعالیٰ حضور کو ضائع نہ چھوڑے گا۔ حضور یہ یہ کمالات عالیہ رکھتے ہیں بعینہا وہی کمالات انہیں الفاظ سے ابن الدغنہ نے صدیق کے لیے بیان کئے۔ جب قبل ہجرت بقصد ہجرت تشریف لے چلے ہیں راہ میں ابن الدغنہ ملا، حال معلوم ہوا۔ کہا: کیا آپ جیسا وطن سے جدا کیا جائے گا؟ حالانکہ آپ یہ یہ کمالات عالیہ رکھتے ہیں۔

یوں ہی جب صلح حدیبیہ ہوئی، اور مسلمان اس سال مکہ معظّمہ جانے سے باز رکھے گئے، یہ امر ان پر، بالخصوص اشدھم فی امر اللہ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر سخت شاق گزرا۔ حضور پرنور ﷺ کو رب عزوجل نے سفر حدیبیہ سے پہلے خواب دکھایا تھا کہ حضور مع صحابہ کرام مسجد الحرام میں بامن وامان داخل ہوئے، اور مناسک حج ادا فرمائے۔

صحابہ کا گمان تھا کہ اس خواب کی تصدیق اسی سفر میں واقع ہوگی۔ جب اس سال واپسی کی ٹھہری، امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خدمت اقدس حضور سید عالم ﷺ میں حاضر ہوئے، اور عرض کی:

یارسول اللہ! کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟

فرمایا: ضرور۔

عرض کی: کیا ہمارے شہدا جنت میں، اور ان کے مقتولین نار میں نہیں؟

فرمایا: کیوں نہیں!

عرض کی: کیا ہم اپنے دین میں دبتی کیوں رکھیں؟

فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں، اور اس کی نافرمانی نہ کروں گا؛ اور وہ ضرور میری مدد فرمائے گا۔

عرض کی۔ کیا حضور نے ہمیں خبر نہ دی تھی، کہ ہم کعبہ معظّمہ جائیں گے، اور طواف بجالائیں گے؟

فرمایا: ہاں! خبر دی تھی، پھر کیا یہ فرمادیا تھا کہ اسی سال؟

عرض کی: نہ۔

فرمایا: تو ضرور تم کعبے جاؤ گے، اور طواف بجالاؤ گے۔

فاروق اعظم اس تمنا پر کہ شاید صدیق شفاعت کریں، اور ان کی مراد کہ کفار سے جہاد اور بالجبر داخلی کعبہ معظّمہ ہے، حاصل ہو جائے۔ خدمت صدیق میں حاضر ہوئے، اور گذارش کی:۔

کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں؟

فرمایا: ضرور۔

کہا: کیا ہمارے شہدا جنت میں، اور ان کے مقتولین نار میں نہیں؟

فرمایا: کیوں نہیں۔

کہا: پھر ہم اپنے دین میں دبتی کیوں رہیں؟

فرمایا: اے شخص! وہ اللہ کے رسول ہیں، اور اس کی نافرمانی نہ کریں گے اور وہ ضرور ان کی مدد فرمائے گا۔ ان کی رکاب تھام لے، کہ خدا کی قسم وہ حق پر ہیں۔

کہا: کیا ہمیں خبر نہ دی تھی، کہ ہم کعبہ معظمہ جائیں گے، اور طواف بجالائیں گے؟

فرمایا: ہاں! خبر دی تھی، پھر کیا یہ فرمادیا تھا کہ اسی سال؟

کہا: نہ!

فرمایا: تو ضرور تم کعبے جاؤ گے ____ اور طواف بجالاؤ گے۔

دیکھو بعینہٖ حرف بحرف وہی جواب ہیں، جو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمائے ____ یہ وہی بات ہے کہ قلب صدیقی آئینہ قلب حضور سید الکائنات ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبارک وکرم۔ آیۂ کریمہ میں اسی خواب کا ذکر ہے۔

یہاں سے تیسرات کی طرف رجوع کی، متعلق تیسیر صرف اس قدر بیان ہوا تھا کہ:-

بآں کہ خطاب مصدقین سے ہے، نہ منکرین سے قرآن عظیم کو اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کی تصدیق خواب و تسکین اصحاب میں کس قدر اہتمام ہے کہ اسے طرح طرح سے موکد فرمایا۔

اول: تو صدق اللہ خود ہی جملہ بدیہی الصدق تھا کہ صدق کی نسبت حضرت عزت کی طرف واجب الصدق ہے، کذب وہاں محال بالذات ہے۔

امکان کا ماننے والا گمراہ، بدذات ہے۔

ثانیا: 'قد'

ثالثا: 'لام'

رابعا: 'بالحق' سے اس کی تاکیدیں ارشاد ہوئیں ــــــ پھر رؤیا کا بیان اور اس کے متعلق لطائف حکمیہ کا تبیان، اور یہ کہ خواب انبیا وحی ہوتی ہے؛ اور اس پر خواب سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کا بیان اور اس کے سبب ذبح ولد پر اقدام کہ بے نص قطعی قطعاً حرام۔ تو خواب انبیا ضرور نص قاطع کی طرح مثبت احکام۔

یہی بیان ہو رہا تھا کہ فاضل نوجوان مولانا مولوی محمد حامد رضا خان سلمہ المنان نے آکر کان میں کہا کہ کچھ ندوی حضرات آگئے ہیں معاً عنان عزیمت جانب اظہار مکائد ندوہ پھیری کہ:-

وعدۂ الٰہیہ صادق آیا۔ سال آئندہ کہ مکہ معظّمہ فتح ہوا، لوگ فوج فوج دین خدا میں داخل ہوئے۔

اسلام کی ترقیاں، صحابہ کی جانثاریاں، ہجرت کے احوال، نصرت ذی الجلال کا بیان کیا کہ:-

اس وقت ظہور مدد عظیم و فتح مبین کیا محل عجب تھا؟ مولیٰ عزوجل نے اس وقت اپنے محبوب اکرم ﷺ کی وہ نصرت ظاہرہ، باہرہ، قاہرہ، زاہرہ فرمائی، جب ظاہری سامان اصلاً نہ تھا۔ فوج، نہ لشکر، نہ ہتھیار، نہ مقاتلے میں اذن پروردگار، اور ایک جہان برسر پیکار۔ جب کفار نے دار الندوہ میں جماؤ کیا، مصطفیٰ ﷺ کے خلاف مشورے ہوئے۔ شیخ نجدی ملعون، پیر مرد بن کر آیا؛ اور اس گمراہ انجمن کا

رکن اعظم بنا۔ مگر انجام کیا ہوا کہ جَعَلَ کَلِمَةَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی وَ کَلِمَةُ اللّٰهِ ہِیَ الْعُلْیَا ؕ اللہ تعالیٰ نے کافروں کا قول پست و ذلیل فرما دیا، اور اللہ ہی کا بول بولا ہے۔ اور ہمیشہ سنت الٰہیہ ہے کہ باطل کے لیے ابتدا میں ایک صولت ہوتی ہے کہ صادق و کاذب کا امتحان ہو: لِیَهْلِکَ مَنْ هَلَکَ عَنْ بَیِّنَةٍ وَیَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْ بَیِّنَةٍ ؕ انجام کار ظفر و نصرت نصیبہ اہل حق ہے : قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا ؕ ——— وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ؕ

اسی کی مثالوں میں اس ندوہ ہالکہ کا پچھلا جانشین اس ندوہ پسیں کا ابتدأ خروج اور نیچریوں، رافضیوں، وہابیوں، غیر مقلدوں کے جرگوں سے اس کا عروج اور جس روز جلسہ دستار بندی مدرسہ فیض عام کانپور کے پچھلے دنوں بنائے ندوہ کی پہلی اینٹ رکھی جاتی تھی، علمائے اہل سنت کا اسی وقت خلاف فرمانا۔ مفتی لطف اللہ صاحب کا مقاصد ندوہ کے ضلال مبین و مضر مسلمین ہونے پر اقرار کرنا اور کہنا کہ میں بھی تو صبح سے یہی چھینک رہا ہوں۔ میری کوئی نہیں سنتا۔ پھر جو حالتیں اس کے جلسات پر وارد ہوئیں، جو صریح ضلالتیں اس کی روددادوں میں سال بسال بڑھتی گئیں۔ علمائے اہل سنت کا ناظم وغیرہ مدعیان سنت کو اولاً بنرمی و خوشامد، پابندی مذہب اہل سنت کی طرف بلانا، پھر بعد جواب صاف علانیہ رد و خلاف فرمانا، ندویوں کا جواب سے عاجز آنا، فتاوی السنہ کا مرتب ہونا، پھلواروی صاحب رکن رکین ندوہ کا بریلی آنا، طعام و کلام دونوں دعوتوں کا دیا جانا، پھلواری صاحب کا دعوت طعام قبول و دعوت کلام سے صراحۃً عدول کر جانا، اور صاف لکھ دینا کہ میں

مرد میدان مناظرہ نہیں۔ پھر باوصف وعدہ طعام میں بھی حاضر نہ آنا، دوبارہ بلایا جانا، دستوں کا بہانا فرمانا، حالانکہ نئے اور پرانے شہر دونوں میں روزانہ وعظ کو جانا، وہاں اس حال اسہال کا مانع نہ آنا، پھر بعد تقاضائے بسیار وشدت انتظار بمشکل تمام حضرات کا تشریف لانا، مجمع میں فتاویٰ السنہ سنایا جانا، پھلواروی صاحب کا تمام جوابوں کو تسلیم فرمانا، پھر یہ گفتگو پیش آنا: جب جواب حق ہیں، مہر کیجئے! کہا: اس میں صاف ندوہ کا نام لکھا ہے، لہٰذا مہر نہیں کرسکتا۔ کہا گیا: بہت اچھا، سوالات میں بجائے ندوہ زید وعمر لکھ کر جوابوں کی تصدیق کیجئے، کہا: کتاب لیے جاتا ہوں، پندرہ دن کی مہلت دیجیے۔ ان سوالوں کے بھی جواب خود اپنے قلم سے لکھ کر بھیج دوں گا۔ فرمایا گیا: پندرہ دن نہیں، مہینہ بھر کی مہلت سہی۔ الحمدللہ کہ آپ کو ان گمراہوں کی ضلالت تو مسلم رہی ۔کہا: مولانا! ضلالت نہ فرمایئے، مداہنت فرمایئے۔ جلسہ تو ان ٹالے پالے پر ختم ہوا، مگر مہینہ نہ سال، برسیں گزریں۔ جواب نہ دینا تھا، نہ دیا۔ ؎

غضب کیا ترے وعدے پہ اعتبار کیا ☆ تمام رات قیامت کا انتظار کیا

ان تمام مطالب اور ندوے کی ضلالت اقوال وشناعت مقاصد ومفاسد ومکائد کا حال بوضاحت تام بیان کیا۔ (اور) حب وبغض پر کلام میں کہا:-

ندوہ تمام بددینوں، گمراہوں سے وداد واتحاد فرض کرتی ہے کہ اتحاد نہ ہو تو ایمان نہ دارد، اور ایمان نہیں، تو جنت سے کیا سروکار؟ مسلمانان ہند کے سب

گناہ معاف ہو سکتے ہیں، سوا نا اتفاقی کے۔ سب کلمہ گو حق پر ہیں۔ خدا سب سے راضی ہے، سب کو ایک نظر دیکھتا ہے۔ گورنمنٹ انگریزی کا معاملہ خدا کے معاملوں کا پورا نمونہ ہے۔ اس کے معاملے دیکھ کر خدا کی رضا و ناراضی کا حال کھل سکتا ہے۔ کلمہ گو کیسا ہی بد دین، بد مذہب ہو، ان میں جو زیادہ متقی ہے، خدا کو زیادہ پیارا ہے۔ ان میں جس کی توہین کیجئے، خدا اور سول پر حرف آتا ہے۔ یہ کلمات اور ان کے امثال خرافات کو اہل ندوہ کی جو روداد ہے، جو مقال ہے، ایسی ہی باتوں سے مالا مال ہے۔ سب صریح و شدید نکال و عظیم وبال و موجب غضب ذی الجلال ہیں۔ امیر المومنین مولیٰ المسلمین شیر خدا مشکل کشا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ لاسنی کے زمانۂ اقدس میں خوارج خذلہم اللہ تعالیٰ نے ظہور کیا، وہ علما تھے، عُبّاد تھے، قراء کہلاتے، راتیں شب بیداری، اور دن تلاوت قرآن وذکر باری میں گذارتے، مگر گمراہ تھے، اہل سنت کے مخالف و بدخواہ تھے۔ امیر المومنین کرم اللہ وجہہ الکریم نے نہ ان کے علم و فضل پر نظر فرمائی، نہ ان سے اخوت اسلامی کی ٹھہرائی، بلکہ ان پر لشکر کشی فرمائی۔ سر اشرار پر برق بار ذوالفقار چمکائی۔ وہ دس ہزار مولویوں کا ندوہ تھا، فقط دو روپے کے ٹکٹ لے کر مولوی نہ بنتے تھے، بلکہ واقعی علم رکھتے تھے، حدیث جانتے، قرآن پڑھتے تھے۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کے شکوک کہ بعینہ وہابیہ کے شکوک تھے، رفع فرمائے۔ پانچ ہزار حق کی طرف رجوع لائے، پانچ ہزار ختم اللہ علیٰ قلوبہم رہے۔ ان پر تیغ شرر بار اشرار شکار اسد کردگار حیدر کرار چمکی، اور ایک ایک کر کے ہر گردن کشیدہ خاک ذلت

پر فرش کی۔ وہ خبیث قتل ہو رہے تھے، کسی نے آ کر خبر دی کہ بھاگ کر نہر کے پار گئے۔ عالم ما کان و ما یکون ﷺ کے نائب اسد اللہ الغالب نے فرمایا: ہرگز نہیں۔ ان میں سے دس نہر کے پار نہ جا سکیں گے، سب ادھر ہی قتل ہوں گے۔ پھر بہت وثوق کی خبریں آئیں کہ پار بھاگ گئے۔ فرمایا: واللہ وہ ادھر نہ جائیں گے، اسی پار ہلاک ہوں گے۔ سچا وعدہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول کا، جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ بالآخر تحقیق ہوا کہ واقعی دس بھی نہ جا سکے، سب اسی طرف کنارۂ آب سے کنارۂ نار میں جاگزیں ہوئے۔ کسی نے کہا خدا کا شکر ہے کہ جس نے زمین کو ان کی نجاست سے پاک کیا۔ امیر المومنین نے فرمایا: واللہ! وہ ابھی مردوں کی پیٹھ میں ہیں، عورتوں کے پیٹ میں ہیں، وہ قرن قرن ظاہر ہوتے رہیں گے۔ کلما قطع قرن نشأ قرن جب ان کی ایک سنگت کاٹ دی جائے گی، دوسری سر اٹھائے گی۔ حتی یخرج آخرھم مع المسیح الدجال یہاں تک کہ ان کا پچھلا گروہ دجال ملعون کے ساتھ نکلے گا۔

اس وعدۂ صادقہ کے مطابق، ایسے مولویوں کی سنگت، ہر زمانہ، ہر قرن میں، مختلف نام مختلف صورت سے ظاہر ہوتی رہی، یہاں تک کہ بارہویں صدی میں نجدی خبیث ظاہر ہوا، اور مذہب وہابیہ نے کہ خوارج مخذولین کا سچا فضلہ خوار رہے، شیوع کیا۔ ان کے وہی عقائد، وہی مکائد، وہی دھوکے، وہی تلبیس، وہی ادعائے عمل قرآن وحدیث ـــــ ان خبیثوں کا اعتراض تھا کہ مولیٰ علی نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حَکَم بنایا، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ ۝ حکم نہیں مگر اللہ کے لیے، یہ شرک ہوا۔ حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فَابْعَثُوْا حَکَماً مِنْ اَھْلِہٖ وَحَکَماً مِنْ اَھْلِھَا ٥ ؎ مرد و زن میں خلاف ہو تو ایک حکم اس کے لوگوں سے بھیجو اور ایک حکم اس کے لوگوں سے۔ حدیث میں ہے ینزل عیسی حکما مقسطا یعنی عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام حاکم عادل ہو کر نزول فرمائیں گے ـــــــ یہ وہابیہ، ان خوارج کے شاگرد، کہتے ہیں۔ اہل سنت انبیا و اولیا سے استعانت کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ٥ ؎ ہم تجھی کو پوجیں ہم تجھی سے مدد چاہیں۔ یہ شرک ہوا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی ٥ ؎ نکوئی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ حدیث شریف میں ہے: فلیناد اعینونی یا عباد اللّٰہ یوں پکارے مدد کرو میری اے اللہ کے بندو۔

حقیقت ذاتیہ وعطائیہ میں نہ ان خبیثوں نے فرق کیا، نہ انھوں نے۔ کَذٰلِکَ یَطْبَعُ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ قَلْبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ ٥ ؎ یہ سب گمراہ فرقے ائمہ ہدیٰ واکابر محبوبان خدا کے دشمن ہیں ـــــــ رافضیوں کی عداوت تو ہر بچے پر ظاہر۔ اللہ اللہ وہ صدیق، جن کے فضائل سے ایک شمہ سن چکے۔ وہ صدیقہ بنت الصدیق ام المومنین جن کا محبوبۂ سید المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ ابیہا وعلیہا وسلم ہونا آفتاب نیم روز سے روشن تر ـــــــ وہ صدیقہ جن کی تصویر بہشتی حریر میں روح القدس خدمت اقدس سید المرسلین ﷺ میں حاضر لائیں ـــــــ وہ ام المومنین کہ جبریل امین بآں فضل مبین، انہیں سلام کریں، اور ان کے کاشانۂ عزت وطہارت میں بے اذن لیے حاضر نہ ہوسکیں ـــــــ وہ صدیقہ کہ اللہ عزوجل وحی نہ بھیجے ان کے سوا کسی کے لحاف میں ـــــــ وہ ام المومنین کہ مصطفےٰ ﷺ اگر کسی سفر میں بے ان کے

تشریف لے جائیں، ان کی یاد میں واعروساہ! فرمائیں ـــــ وہ صدیقہ کہ یوسف صدیق علیہ الصلاۃ والسلام کی براءت کی شہادت اہل زلیخا سے ایک بچہ ادا کرے،، بتول مریم کا تبریہ روح اللہ وکلمۃ اللہ فرمائے، مگر ان کی براءت وطیب وطہارت کی گواہی میں قرآن کی آیتیں نزول فرمائیں ـــــ وہ ام المومنین کہ محبوب رب العالمین ﷺ ان کے پانی پینے میں دیکھتے رہیں کہ کوزے میں کس جگہ لب مبارک رکھ کر پانی پیا ہے، حضور پرنور ﷺ اپنے لب ہائے مبارک، خداپسند، وہیں رکھ کر پانی نوش فرمائیں۔ یہ اشقیائے ملاعنہ خذلہم اللہ ایسے محبوبان خدا اور رسول کے دشمن، ایسوں کے بدگو، ایسوں پر طعنہ زن؛ اور ندوہ مخذولہ ان سب کی دوست، ان سب کی انجمن۔ قاتلها الله من ندية الفتن۔

آدمی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھے، اگر کوئی اس کی ماں کی توہین کرے، برا کہے تو اس کا کیسا دشمن ہوجائے گا؟ اس کی صورت دیکھ کر آنکھوں میں خون اتر آئے گا۔ مسلمانوں کی مائیں ندوہ مخذولہ کی آنکھ میں یوں بے قدر ہوں کہ ان کی بدگویوں سے اتحاد ووداد فرض ہو، اتحاد نہ ہو تو ایمان ندارد؟ عائشہ وصدیق کی توہین تو خدا اور رسول کی توہین نہ ٹھہری، مگر رافضیوں وہابیوں کی توہین، خدا اور رسول کی توہین؟ عائشہ وصدیق سے عداوت والوں کا ایمان (تو) بڑے اعلیٰ درجہ کا ہو، ان میں جو اتقی ہے، اللہ کے نزدیک بڑے رتبہ والا ہو، مگر رافضیوں وہابیوں سے مخالفت (کرنے والوں کا) ایمان ندارد، جنت سے محرومی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ!

علما فرماتے ہیں۔ اعداءک ثلاثۃ تیرے دشمن تین ہیں:۔

عدوک الذی عاداک ایک تو آپ تیرا دشمن۔

وعدو صدیقک اور تیرے دوست کا دشمن۔

وصدیق عدوک اور تیرے دشمن کا دوست۔

رسول اللہ ﷺ کے قسم اول کے دشمن تو کھلے کفار ہیں۔

اور قسم دوم کے دشمن روافض، نواصب وخوارج ووہابیہ کہ محبوبان خدا وائمہ ہدیٰ کے اعدا ہیں۔

اور قسم سوم کے دشمن یہ ندوی حضرات کہ ان دشمنوں کے دوست ہیں۔

اللہ سب دشمنوں کے شر سے بچائے، اور مصطفیٰ ﷺ کی سچی محبت اور ان کے سب دشمنوں سے کامل عداوت عطا فرمائے، اور اسی حب وبغض پر کہ اسے محبوب ومقبول ہے، دنیا سے اٹھائے۔ آمین!

ندوی صاحبوں نے مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے ایک بے معنی تحریر روداد میں شائع کی کہ علمائے مکہ معظمہ نے ندوہ کی خوبی وضرورت پر مہر کر دی۔

اس تحریر کو دیکھئے تو گنتی کے صرف چند ہندی حضرات ہیں، جو بعض بنام ہجرت اور بعض بقصد حج گئے ہوئے تھے، کوئی کرانے کا، کوئی لکھنو کا، کوئی بریلی کا، کوئی کہیں کا، نام کو ایک شخص عرب کا ساکن بھی نہیں۔ علمائے مکہ ہونا تو بڑی بات ہے ـــــــ جب اخباروں، اشتہاروں میں اس بادہ سرائی کا خاکہ اڑا، دماغ میں سمائی کہ علمائے حرمین شریفین کو کچھ دھوکہ دیجیے، کسی طرح تحریر حاصل کیجیے۔ ایک صاحب بظاہر حج کا نام اور باطن میں اسی مفسدے کا احرام کر کے حرمین پہونچے۔ علمائے کرام مکہ معظمہ بحمد اللہ تعالیٰ مولوی محمد عبد الحق صاحب

الہ آبادی مہاجر وغیرہ علما کی معرفت اس ندوہ مخذولہ کی شرارت سے چرچ گئے تھے۔ وہاں دال نہ گلی۔ مدینہ طیبہ میں ہمسایگانِ مصطفےٰ ﷺ کو مغالطہ دینے کی گلی لی۔ وہاں سوال کیا کہ:۔

ایک جلسہ علمائے اہل سنت نے قائم کیا، کہ اس میں طرز عرب پر تعلیم ہو، مساکین ویتامیٰ کی پرورش ہو، ترویج دین متین ہو، یہ جلسہ کیسا؟ اور جواس کی تخریب چاہے کیسا؟

اس سوال کا جو جواب تھا، ظاہر تھا۔ ناحق اتنی دور کی تکلیف اٹھائی۔ یہ سوال ہمارے پاس بھیج دیتے، ہم بھی وہی جواب لکھتے، جو اہل مدینہ نے ارشاد فرمایا۔

سوال تو یوں کرنا تھا کہ:۔

ایک جلسہ سنیوں، رافضیوں، وہابیوں، نیچریوں، غیر مقلدوں سب کا جرگہ بنا کر قائم ہوا، جس نے تمام بدمذہبوں سے اتحاد ووداد فرض کیا، خدا کو انگریزی گورنمنٹ کے مثل بتایا، سب گمراہیوں سے راضی بتایا، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی میں باعتبار عقائد، اسلام وکفر کا فرق مانا۔ تمام بدمذہبوں کو حق پر جانا، دعوی مذہب سے عام دست برداری چاہی، مدح وتعظیم کلاب النار حد سے زائد بتائی۔ الیٰ غیر ذالک من الضلالات والدواھی وہ جلسہ کیسا؟ اور جواس کی اصلاح چاہے کیسا؟

پھر دیکھتے علما کیا جواب دیتے ہیں؟ ناچار ضرور ہوا کہ جس طرح علمائے ہند کی مہروں سے فتاوی السنۃ لالجام الفتنہ ردندوہ مخذولہ میں تیار ہوا۔

یوں ہی حضرات علمائے کرام حرمین محترمین زادہما اللہ شرفا وتکریما سے بھی استفسار ہو۔ امر واقعی کا پورا اظہار ہو۔ کتب ندوہ جن میں کلمات ضالہ تحریر ہیں، ساتھ مرسل ہوں کہ عیان وبیان مجتمع ہوکر، جواب مطابق سوال وموافق واقع مکمل ہوں۔ الحمدللہ اعانت الٰہی وعنایت حضرت رسالت پناہی ﷺ سے وہ مقصود حاصل ہوا۔ اہل ریب کا ریب زائل ہوا، مولانا فاضل حاج عبدالرزاق بن عبدالصمد قادری مکی ومولانا فاضل مطوف شیخ احمد بن ضیاء الدین محمد مکی نے کہ یہ حاجی امداداللہ صاحب کے خلیفہ ہیں، اور دونوں صاحب عربی وارد، دونوں زبانوں سے خوب ماہر ہیں، وہ مسئلہ مع کتب ندوہ حضرات علمائے کرام کی خدمت میں پیش کیا۔ اور تصدیقات علیہ وتحقیقات جلیلہ اکابر علما حق عزوجل نے حق کو وضوح بین دیا۔ **والحمد للہ رب العالمین** ۔ وہ فتوی یہ ہے، جو اس وقت میرے ہاتھ میں موجود ہے۔ جس کا قدرے خلاصہ حضرات سامعین سے گزارش کرتا ہوں۔

پھر سوال وجواب پڑھے ان کے ترجمے کیے، یہ بیان آٹھ بجے شب سے نماز عشا پڑھتے ہی شروع ہوا تھا ابتدائی بیانات ہی میں وقت بارہ کے قریب پہونچا تو دس ہی جوابوں کا خلاصہ ہونے پایا تھا کہ آدھی رات سے زیادہ وقت گزرا لاجرم بخیال کلفت بعض سامعین ودعا ہدایت واستقامت سنت پر بیان ختم ہوا۔ اور اکثر مسلمین کو دربارہ فتویٰ تکمیل اجتماع کا اشتیاق باقی رہا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ۔ آمین